جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ ندائے شاہی مراد آباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد
مدیر: حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

- جاہلیت اور اسلام — نظر و فکر
- افادات سورۂ بقرہ — افادات قرآنیہ
- ایمان کی قدر و قیمت
- والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق
- نبی اکرم ﷺ کی تعلیم و تربیت کے انداز
- مواعظ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ
- اقالہ سے متعلق مسائل — کتاب المسائل
- اللہ سے اپنے رشتے کو مضبوط کیجیے! — درس حدیث
- سلف صالحین کے روشن ملفوظات و واقعات
- حضرت سید الکونین رحمۃ للعالمین ﷺ کا عفو و درگذر اور رحم و کرم
- عفت و پاک دامنی ایک قیمتی دولت

احوال و کوائف
وقف ترمیمی بل ۲۰۲۴ء

اکتوبر ۲۰۲۴ء
قیمت ۵۰/روپے

اسرائیل اور حزب اللہ میں کشیدگی

بیروت:- لبنان میں قائم مزاحمتی تحریک ''حزب اللہ'' اور اسرائیل میں اِس وقت شدید جنگی صورتِ حال پائی جارہی ہے، گذشتہ دنوں اسرائیل نے ''حزب اللہ'' کے کارکنان کے استعمال میں رہنے والے ''پیجر ڈیوائس'' میں حیرت انگیز طور پر دھماکے کروادئے تھے، جس سے دسیوں لوگ جاں بحق ہوئے اور کئی ہزار زخمی ہوگئے۔ اِسی طرح اسرائیل نے ''حزبُ اللہ'' کی خاص یونٹ ''رضوان فورس'' کے متعدد اہم قائدین کو بھی بمباری کرکے ختم کردیا، اِس کے جواب میں ''حزبُ اللہ'' کی طرف سے اسرائیلی علاقوں پر راکٹوں کے ذریعہ مسلسل حملے جاری ہیں اور صورتِ حال نہایت کشیدہ بنی ہوئی ہے۔

''حزب اللہ'' کے قائد ''حسن نصر اللہ'' نے کہا ہے کہ ہم اِس وقت حالتِ جنگ میں ہیں اور جب تک غزہ میں اسرائیل کی طرف سے خوں ریزی بند نہیں ہوگی؛ ہم یہ جنگ جاری رکھیں گے۔ (۲۳ر ستمبر ۲۰۲۴ء)

ہماچل پردیش اور اتراکھنڈ میں مساجد کے خلاف سازشیں

شملہ:- گذشتہ کئی ہفتوں سے ہماچل پردیش اور اُتراکھنڈ کے کئی علاقوں میں دسیوں سال سے بنی ہوئی مسجدوں کے خلاف فرقہ پرست طاقتوں کے ذریعہ احتجاجی تحریکات اور مظاہرے کئے جارہے ہیں؛ بالخصوص شملہ کی ''سنجولی مسجد'' اور ''منڈی شہر'' کی مساجد کے خلاف غیر قانونی تعمیرات کا بہانہ بناکر نوٹس دےدئے گئے ہیں اور پورے صوبے میں یہ ماحول بنایا جارہا ہے کہ کہیں بھی مسلمان اپنی مساجد اور عبادت گاہ نہ بناسکیں، جس کی وجہ سے اُن علاقوں میں خوف ودہشت کا ماحول بنا ہوا ہے۔ (۲۳ر ستمبر ۲۰۲۴ء)

وقف ترمیمی بل پر بحث جاری

دہلی:- مسلمانوں کی طرف سے ''مجوزہ وقف ترمیمی بل'' کے خلاف بھرپور احتجاج کے باوجود مشترکہ پارلیمانی کمیٹی میں اس پر غور وخوض جاری ہے۔ دوسری طرف حکومتی حلقوں اور اُن سے متاثر میڈیا کی طرف سے وقف بل کو لے کر مسلمانوں کے خلاف منفی ماحول بنایا جارہا ہے اور برادرانِ وطن کو غلط فہمی میں مبتلا کرکے اِس بل کی تائید پر آمادہ کیا جارہا ہے اور اِس کے لئے فرقہ پرست تنظیموں کی جانب سے منصوبہ بندی کے ساتھ مہم جاری ہے۔

تاہم مسلم پرسنل لاء بورڈ اور جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے بل کے خلاف آئینی جدوجہد مسلسل کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ خیر اور عافیت کا فیصلہ فرمائیں، آمین۔ (۲۳ر ستمبر ۲۰۲۴ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاہی مُرادآباد

جلد: 36

شمارہ: 10

ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

اکتوبر ۲۰۲۴ء

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مدیر اعزازی: حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری استاذ دارالعلوم دیوبند

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست و مدیر)
- مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبدالجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- کلیم اللہ قاسمی سیتاپوری (مرتب)
- محمد رضوان قاسمی اُناوی
- محمد اجمل قاسمی
- محمد یحییٰ قاسمی

سالانہ زرِتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 750 اعزازی (۲۰ سال کے لئے) -/10,000 روپے

سالانہ زرتعاون: 500 روپے ❖ سالانہ زرتعاون برائے واٹس ایپ (PDF فائل): -/250 روپے

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش و دیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہ نامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194-9058103289 مرتب 9412677469

Website: www.madrasashahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت:- گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد **طابع وناشر:-** (مولانا) عبدالناصر (نائب مہتمم جامعہ)

محرر:- محمد رضوان قاسمی بجنوری **نظماء توسیع واشاعت:-** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد شہزاد قاسمی بھاگل پوری **کمپیوٹر کتابت:-** نعیم الدین قاسمی

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distributed at Darut-talaba Lal Bagh, Moradabad
Editor: Maulana Syed Ashhad Rashidi, Mohtamim Jamia Qasmia Madrasa Shahi

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	منافقین کی بزدلانہ باتوں سے متأثر نہ ہوں!		۵
نظر وفکر	جاہلیت اور اِسلام	مفتی محمد سلمان منصورپوری	۶
احوال وکوائف	وقف ترمیمی بل ۲۰۲۴ء	مفتی محمد سلمان منصورپوری	۱۱
درسِ حدیث	اللہ سے اپنے رشتے کو مضبوط کیجئے!	مولانا سید اشہد رشیدی صاحب	۱۳
افادات قرآنیہ	افادات سورۂ بقرہ	حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ	۱۷
مقالات ومضامین	نبی اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کے انداز	مفتی محمد یحییٰ قاسمی	۲۲
	ایمان کی قدر وقیمت	مفتی محمد عفان منصورپوری	۲۸
	مواعظ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	مفتی محمد اجمل قاسمی	۳۴
	سلفِ صالحین کے روشن ملفوظات وواقعات	مفتی محمد سلمان منصورپوری	۴۱
	والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق	مولانا ڈاکٹر عبد الرحمٰن ساجد الاعظمی	۴۷
	عفوودرگذر اور رحم وکرم	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۵۱
	عفت وپاک دامنی ایک قیمتی دولت	مولانا محمد ضیاء الدین قاسمی بہرائچی	۵۷
کتاب المسائل	اِقالہ سے متعلق مسائل	مفتی محمد سلمان منصورپوری	۶۲
منظوم	میں گنبد خضرا کی صدا لے کے چلا ہوں	بسمل شاہجہاں پوری	۶۶
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کے اَسفار، واردین وصادرین، وفیات		۶۷

نورِ ہدایت:

منافقین کی بزدلانہ باتوں سے متأثر نہ ہوں!

ارشادِ ربانی: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَاللّٰہُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ . وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ. وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ. (آل عمران، آیت: ۱۵۶–۱۵۸)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! تم اُن (منافقین) کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے کفر کیا اور جو اپنے بھائیوں (مسلمانوں) سے کہتے ہیں، جب وہ ملک میں سفر کے لئے نکلیں یا جہاد میں جائیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو اُن کو نہ موت آتی اور نہ شہید ہوتے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ اِس گمان سے اُن کے دل میں حسرت پیدا کردیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کاموں کو جو تم کرتے ہو؛ دیکھ رہے ہیں۔ اور اگر تم اللہ کے راستے میں شہید ہوجاؤ، یا تمھاری موت آجائے، تو اللہ کی طرف سے تمھاری بخشش اور اُس کی مہربانی اُن سب باتوں سے بہتر ہے جن کو لوگ دنیا میں جمع کرتے ہیں۔ اور اگر تم کو موت آگئی یا تم شہید ہوگئے، تو یقیناً تم سب اللہ کے دربار میں (بہرحال) اکٹھے کئے جاؤ گے‘‘۔

دنیا میں بزدلوں اور منافقوں کا یہی وطیرہ رہا ہے کہ وہ دین کے لئے قربانی دینے والوں کی قدردانی یا حوصلہ افزائی نہیں کرتے؛ بلکہ کسی نہ کسی ایسے پہلو کی تلاش میں رہتے ہیں، جس سے قربانیوں کی ناقدری اور حوصلہ شکنی ہو۔ کچھ اِسی طرح کی صورتِ حال غزوۂ اُحد کے بعد بھی پیش آئی کہ جنگ سے قبل منافقوں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ جنگ مدینہ میں رہتے ہوئے ہی لڑی جائے، باہر نہ نکلا جائے؛ لیکن اُن کا یہ مشورہ قبول نہیں ہوا اور باہر نکل کر جنگ ہوئی، جس میں ۷۰ رصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش فرمایا، تو جنگ ختم ہونے کے بعد منافقوں نے یہ بات چلانی شروع کی کہ اگر باہر نکل کر جنگ نہ کی جاتی، تو اِتنے لوگ شہید نہ ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ پروپیگنڈہ کمزور ایمان والوں کے دل میں بے اطمینانی پیدا کرسکتا تھا، اِس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اطمینان دلانے کے لئے اِس بات کی یاددہانی فرمائی کہ زندگی اور موت کا مدار باہر نکلنے یا نہ نکلنے پر نہیں ہے؛ بلکہ اِس کا پورا اختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ چاہے تو باہر نکل کر بھی موت نہ آئے؛ جیسا کہ بہت سے صحابہ جنگ میں شرکت کے باوجود باحیات رہے اور اگر اللہ کا فیصلہ ہوجائے تو گھر میں رہتے ہوئے بھی موت آسکتی ہے، جس کا ہر شخص مشاہدہ کرسکتا ہے۔

اور پھر یہ بھی باور کرایا گیا کہ راہِ خدا میں شہادت بجائے خود کوئی اَفسوس کی چیز نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو بہت بڑی سعادت ہے کہ اُس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت نصیب ہوتی ہے اور یہ ایسی دولت ہے جس کا دنیا کی کوئی دولت مقابلہ نہیں کرسکتی، اِس لئے کسی بھی مؤمن کو منافقین کی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ پوری اِستقامت کے ساتھ راہِ حق میں قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ □□□

نظر وفکر:

محمد سلمان منصور پوری
Mansoorpuri
@gmail.com

جاہلیت اور اِسلام (۱۰)

جاہلیت کی تاریکی میں توحید کے چراغ

ج:- اُمیہ بن ابی الصلت:- یہ بنوثقیف سے تعلق رکھنے والا عرب کا ایک مشہور شاعر تھا اور طائف میں مقیم تھا، وہ اکثر تجارتی اَسفار کے دوران نصاریٰ کے علماء اور راہبوں سے ملاقات کرتا اور اُن کی صحبت سے دل چسپی رکھتا تھا۔ اُس نے غور وفکر کر کے اور سابقہ کتابوں کو پڑھ کر یہ رائے قائم کی تھی کہ بت پرستی کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور عرب کے لوگ جس دین کو اپنائے ہوئے ہیں، وہ قابل قبول نہیں ہے؛ چناں چہ وہ اپنے اشعار میں اپنے اِس نظریہ کو پوری قوت سے بیان کرتا تھا۔ اِسی بنا پر ایک موقع پر سفر کے دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت شرید بن سوید الثقفیؓ کی زبانی اُس کے بہت سے اَشعار سنے اور پھر اِرشاد فرمایا کہ:

قَدْ كَادَ أَنْ يُّسْلِمَ فِيْ شَعْرِهٖ. (صحيح مسلم / أول كتاب الشعر رقم: ۲۲۵٦، صحيح البخاري رقم: ۳۸٤۱)

یعنی اُمیہ کے اشعار سے ایسا لگتا ہے کہ وہ اِیمان لانے ہی والا تھا۔

ایک ضعیف روایت میں سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اُمیہ بن ابی الصلت کے درج ذیل اَشعار پڑھے گئے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُمْسَانَا وَمُصْبَحَنَا ❖ بِالْخَيْرِ صَبَّحَنَا رَبِّيْ وَ مَسَّانَا
أَلَا نَبِيَّ لَنَا مِنَّا فَيُخَبِّرُنَا ❖ مَا بُعْدَ غَايَتِنَا مِنْ رَأْسِ مَجْرَانَا
بَيْنَا يُرَبِّيْنَا آبَاؤُنَا هَلَكُوْا ❖ وَبَيْنَمَا نَقْتَنِي الْأَوْلَادَ أَفْنَانَا
وَقَدْ عَلِمْنَا لَوْ أَنَّ الْعِلْمَ يَنْفَعُنَا ❖ أَنَّ سَوْفَ يَلْحَقُ أُخْرَانَا بِأُوْلَانَا
يَا رَبِّ لَا تَجْعَلَنِّيْ كَافِرًا أَبَدًا ❖ وَاجْعَلْ سَرِيْرَةَ قَلْبِي الدَّهْرَ إِيْمَانَا

ترجمہ :- (۱) صبح وشام اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، میرے رب نے مجھے خیر کے ساتھ صبح اور شام گذارنے کی توفیق بخشی۔

(۲) کیا کوئی ایسا نبی ہمارے پاس نہیں ہے جو ہمیں اِس بات کی خبر دے کہ ہماری پیدائش کے مقام سے ہمارے اَنجام کی جگہ کی دوری کتنی ہے؟

(۳) ہماری پرورش کرنے والے آباء واَجداد دنیا سے جا چکے؛ جب کہ ہم اپنی اَولادوں کے لئے درختوں کی شاخیں چن رہے ہیں۔

(۴) اور ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ اگر علم ہمارے لئے کامل نفع بخش ہوتا تو ہمارے بعد میں آنے والے لوگ پہلوں کے ساتھ ملحق ہوجاتے۔

(۵) اے میرے رب! مجھے ہرگز کافر مت بنایئے گا اور میرے دل کی گہرائی میں ہمیشہ اِیمان کو باقی رکھئے گا۔

مذکورہ اَشعار کو سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ''اٰمَنَ شَعْرُهٗ وَكَفَرَ قَلْبُهٗ'' (یعنی اُس کے اَشعار سے تو اِیمان جھلکتا ہے؛ لیکن اُس کے دل میں کفر بھرا ہوا ہے) (التنویر شرح الجامع الصغیر ۲۱۲/۱ رقم: ۱۹ دارالسلام ریاض)

ایک مرتبہ اُمیہ بن ابی الصلت تجارتی سفر میں ملک شام گیا، تو راستے میں اُس کی ایک عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی، تو اُس نے راہب سے پوچھا کہ ''آخری نبی جو تشریف لانے والے ہیں؛ اُن کے بارے میں تمہارے پاس کیا معلومات ہیں؟''

تو راہب نے کہا کہ ''وہ پیغمبر عرب میں سے ہوں گے اور ایسے خانوادے سے اُن کا تعلق ہوگا، جن کے پاس لوگ حج کرنے کے لئے جاتے ہیں''۔

اُمیہ کہتا ہے کہ میں نے اُس سے کہا کہ ''ہمارے علاقہ میں بھی ایک ایسا خاندان رہتا ہے'' تو راہب نے کہا کہ ''اِس کا مصداق تمہارے پڑوس میں رہنے والے مکہ کے قریش کے لوگ ہیں''۔

راہب کی یہ بات سن کر اُمیہ کی خواہشات دم توڑ گئیں؛ کیوں کہ وہ یہ اُمید لگائے بیٹھا تھا کہ آنے والے نبی کا میں ہی مصداق ہوں گا۔

بہر حال اُمیہ نے راہب سے آخری نبی کی صفات پوچھیں، تو اُس نے جواب دیا کہ ’’وہ جوان شخص ہوں گے اور جب اَدھیڑ عمر کو پہنچیں گے تو اُن کا عروج شروع ہوگا اور وہ سبھی حرام اور ظلم کی باتوں سے بچنے والے ہوں گے اور رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے اور اِسی کی تعلیم دیں گے اور وہ نجیب الطرفین ہوں گے اور معاشرہ میں باوقار سمجھے جائیں گے اور اُن کے ساتھ فرشتوں کی فوج ہوگی...... الخ۔

(المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی ۳/۱۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۲/۲۲۱ مکتبۃ المعارف)

ایک مرتبہ اُمیہ سفر میں تھا، دورانِ سفر ایک گرجا گھر میں اُس کی ملاقات ایک بوڑھے شخص سے ہوئی اُس نے اُمیہ کو دیکھ کر سوال کیا کہ تم جس ذات کے پیروکار ہونے کے مدعی ہو وہ تمہارے پاس کس جانب سے آتا ہے؟ تو اُمیہ نے جواب دیا کہ ’’میرے بائیں جانب سے آتا ہے‘‘۔ اُس کے بعد اُس شخص نے پوچھا کہ ’’تم لوگوں کے سامنے کس رنگ کے لباس میں جانا پسند کرتے ہو؟‘‘ تو اُمیہ نے کہا کہ ’’کالے رنگ کے لباس میں‘‘۔ تو یہ سن کر بوڑھے شخص نے کہا کہ ’’عرب کے جس نبی کی آمد قریب ہے اُس کا مصداق تم نہیں بن سکتے؛ بلکہ تمہارے دل میں کوئی جنات فاسد خیالات ڈالتا ہے، کوئی فرشتہ تمہاری رہنمائی نہیں کرتا؛ جب کہ عرب میں جو نبی تشریف لانے والے ہیں اُن کے پاس فرشتہ دائیں جانب سے آئے گا اور اُن کو تمام کپڑوں میں سفید رنگ کا کپڑا سب سے زیادہ پسند ہوگا‘‘۔ (ہدایۃ الحیاری لابن القیم الجوزیہ ۲/۴۰۱ دار القلم، الاغانی للاصفہانی ۴/۳۴۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ بن کثیرؒ نے ’’البدایہ والنہایہ‘‘ میں اُمیہ کا پیغمبر علیہ السلام سے ایک مکالمہ نقل فرمایا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اُمیہ ایک مرتبہ بحرین کے سفر میں گیا ہوا تھا، اُسی دوران پیغمبر علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ پیش فرمایا، پھر جب اُمیہ بحرین سے واپس طائف پہنچا، تو اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ ’’محمد بن عبد اللہ کیا کہتے ہیں؟‘‘ لوگوں نے بتایا کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہونے کے مدعی ہیں، جس کی تم اپنے بارے میں اُمید کررہے تھے؛ چناں چہ اُمیہ اُس کے بعد مکہ معظّمہ پہنچا اور نبی اکرم علیہ السلام سے ملاقات کرکے آپ سے دریافت کیا کہ ’’آپ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں؟‘‘ تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے‘‘۔ تو اُمیہ نے کہا کہ ’’میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، آپ کوئی وقت بتلائیں‘‘ تو نبی اکرم علیہ السلام نے اگلے دن کا وقت دے دیا،

تو اُمیہ نے کہا کہ ''میں اکیلا آؤں یا کچھ لوگوں کو ساتھ بھی لا سکتا ہوں؟'' نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ ''تمہاری مرضی ہے، جیسے چاہو آؤ''۔

چناں چہ اگلے دن اُمیہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ نکل کر آیا اور نبی اکرم علیہ السلام بھی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے اور خانۂ کعبہ کے سایہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ اوّلاً اُمیہ نے مقفیٰ و مسجع تقریر کی پھر بہت سے اَشعار سنائے اور جب سب اَشعار سنا چکا تو اُس نے نبی اکرم علیہ السلام سے جواب کا مطالبہ کیا، تو اُس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر پوری سورۂ یاسین شریف اُسے سنا دی، یہ سنتے ہی اُمیہ اُٹھ کھڑا ہوا، اور منہ موڑ کر مجلس سے چل پڑا، یہ منظر دیکھ کر اُس کے ساتھ قریش کے جو لوگ آئے تھے، وہ بھی روانہ ہوگئے، پھر لوگوں نے پوچھا کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُمیہ نے جواب دیا کہ ''وہ برحق ہیں''۔ تو لوگوں نے سوال کیا کہ ''کیا تم اُن کی پیروی کروگے''؟ تو اُس نے جواب دیا کہ ''ابھی میں مزید غور وفکر کرتا ہوں''۔

اُس کے بعد اُمیہ شام کے سفر میں چلا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اِسی دوران غزوۂ بدر پیش آیا، جس میں بہت سے کفار جہنم رسید ہوگئے تو اُمیہ ملک شام سے طائف واپس ہوتے ہوئے مقام بدر میں ٹھہرا اور یہاں سے اُس کا اِرادہ مدینہ منورہ جاکر پیغمبر علیہ السلام پر اِیمان لانے کا تھا۔ اُس کے بعض ساتھیوں نے اُس سے کہا کہ ''کیا تمہیں پتہ ہے کہ بدر کے اِس گڑھے میں کن کن کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں؟'' اُس نے کہا کہ ''میرے علم میں تو نہیں ہے''۔ تو جواب ملا کہ ''اِس میں عتبہ، شیبہ (جو اُمیہ کے ماموں زاد بھائی تھے) کی لاشیں بھی ہیں''۔ یہ سنتے ہی اُمیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور جاہلیت والی عصبیت اُبھر آئی اور اُس نے اُسی وقت غصہ کے مارے اپنی اُونٹنی کے کان اور دم کاٹ دی، اور بدر کے کوئیں کے قریب کھڑے ہوکر کچھ اَشعار کہے اور وہیں سے واپس طائف لوٹ گیا، پھر وہیں ۹ رہجری میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۲/۲۸۵ دار احیاء التراث العربی بیروت، ومثلہ فی فتح الباری ۷/۲۱۸ دار الفکر بیروت)

اُمیہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوا، تو اُس نے یہ کہا کہ ''میری وفات کا وقت قریب ہے اور اِسی بیماری میں میری موت ہوجائے گی اور مجھے یقین ہے کہ حنیفیت ہی دین حق ہے (شرک اور بت پرستی حق

نہیں ہے) لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں میرے دل میں شکوک وشبہات ہیں (گویا وہ رسالت محمدی کا منکر تھا اور اِسی حالت میں اُس کی موت آئی) (الاغانی للاصفہانی ۳۵۰/۴)

اُمیہ بن ابی الصلت کی بہن فارعہ بنت ابی الصلت اسلام لے آئی تھیں اور اُنہوں نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال کرنے پر اپنے بھائی کے کچھ حالات بیان کئے اور بعض اَشعار سنائے، تو نبی اکرم علیہ السلام نے سب باتوں کو سن کر اِرشاد فرمایا کہ ”اے فارعہ تمہارے بھائی کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جس کا قرآنِ کریم کی اِس آیت میں ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۷۵) (اور سنا دیجئے اُن کو اُس شخص کا حال جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں، پھر وہ اُن کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے لگ گیا، پس وہ گمراہوں میں شامل ہوگیا) (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۱۸۹۰/۴ دارالجیل بیروت، اُسد الغابہ ۲۱۰/۶ دارالفکر بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اِس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”اُمیہ نبوت اور بعثت کا بہت تذکرہ کرتا تھا اور اُس نے پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ بھی پایا؛ لیکن اُس پر بدبختی غالب آ گئی؛ چناں چہ وہ دولت اِسلام سے مشرف نہ ہوسکا؛ بلکہ اُس نے مقتولین بدر کفار کے لئے مرثیہ کے مشہور اشعار بھی کہے اور وہ موت تک کفر پر قائم رہا اور وہ اِسلام نہ لانے پر عذر پیش کرتے ہوئے یہ کہتا تھا کہ وہ پہلے ہی سے اپنی قوم کو یہ بتا چکا تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں جس کی بعثت ہونے والی ہے؛ اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسلام لائے گا تو بنوثقیف کی باندیاں اُسے طعنہ دیں گی کہ بنوعبدمناف کے ایک لڑکے کی پیروی کرلی ...... الخ۔

(الاصابہ ۴۰۵/۵ دارالجیل بیروت)

گویا کہ محض دنیوی عار سے بچنے کے لئے وہ ایمان لانے سے محروم رہا، ورنہ وہ خود جان چکا تھا کہ اہل جاہلیت دین برحق پر نہیں ہیں۔ بلاشبہ ہدایت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، اُس کے فیصلے کے بغیر کوئی ہدایت سے سرفراز نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تادمِ آخر ہدایت سے نوازیں اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھیں، آمین۔

(جاری)

اَحوال وکوائف

وقف (ترمیمی) بل ۲۰۲۴ء

مفتی محمد سلمان منصورپوری

شریعت کی نظر میں

وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء اور وقف (ترمیمی) بل ۲۰۱۳ء میں مزید ترامیم کرنے کے لئے موجودہ بی جے پی حکومت نے پارلیمنٹ میں نیا ''وقف (ترمیمی) بل ۲۰۲۴ء'' میں پیش کیا، جو اپوزیشن کی طرف سے احتجاج کی بنا پر مزید غور وخوض کے لئے ''جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی'' کے حوالے کردیا گیا ہے اور اُس پر ملک میں بحث جاری ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اِس مجوزہ بل کی مخالفت میں ۶ رکروڑ کے قریب آراء کمیٹی کو پیش کی جاچکی ہیں۔

اِس وقف میں دیگر انتظامی باتوں کے علاوہ خاص طور پر شرعی اعتبار سے جو پہلو قابل غور ہیں وہ درج ذیل ہیں:

الف:- وقف ایک دینی معاملہ ہے، جس میں ایک مسلمان آخرت کے ثواب کی غرض سے اپنی ملکیت وقف کرتا ہے اور اُس کے متعلق اِسلامی شریعت میں الگ الگ قواعد وضوابط مقرر ہیں۔ بریں بنا وقف کے معاملات میں کسی غیرمسلم کو دخل دینے کی اجازت نہیں ہے، یہ معاملات پورے طور پر مسلمانوں ہی کے حوالے ہونے چاہئیں۔

﴿وَلَنْ يَّجْعَلِ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۴۱]

إنما المنع موجه إلى الولاية على المساجد والاستقلال بالقيام بمصالحها مثل تعيينه ناظر المسجد أو ناظر أوقافه. (التفسير المنير للزحيلي ١٠/١٤٠)

ب:- اگر کسی وقف کا دستاویزی ثبوت نہ ہو؛ لیکن اُس کا وقف ہونا مشہور ہو اور معتبر لوگ اُس کی تصدیق کریں، تو اُس وقف کو ثابت مان لیا جائے گا۔

تقبل فيه الشهادة على الشهادة وشهادة النساء مع الرجال، والشهادة بالشهرة لإثبات أصله. (الدر المختار مع رد المحتار ٦/٦١٩ زكريا)

لہٰذا محض کاغذات مکمل نہ ہونے کی بنا پر کسی مشہور وقفی جائیداد کے وقف کو ختم کرنا شریعت کے اُصول کے خلاف ہوگا۔

ج:- شریعت کی نظر میں وقف کی شرائط کے سلسلے میں واقف کی توضیحات حتمی قرار پاتی ہیں؛ جب کہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں اور اُن شرائط کی خلاف ورزی کی کسی کو اِجازت نہیں ہوتی؛ حتیٰ کہ اگر کوئی قاضی اُن شرائط کے خلاف فیصلہ کردے تو اُس کا فیصلہ بھی نافذ نہیں سمجھا جاتا؛ چناں چہ فقہاء لکھتے ہیں:

القضاء بخلاف شرط الواقف كالقضاء بخلاف النص لا ينفذ لقول العلماء شرط

الواقف كنص الشارع. (الاشباه والنظائر، الفن الاول / تحت القاعدة الاولى: الاجتهاد لا ينقض بالاجتهاد ص: ١٦٩-١٧٠)

اِنَ شرائطَ الواقفِ معتبرةٌ اذا لم تخالفِ الشرعَ وهو مالک، فله أن يجعلَ مالَهٗ حيث شاءَ مالم يكن معصيةً. (ردالمحتار / مطلب شرائط الواقف معتبرة الخ ٤١٢/٦)

د:- وقف کا متولی مقرر کرنے کا اختیار زندگی میں خود واقف کو ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے بعد کے لئے بھی کسی کو متولی مقرر کرے، تو اُس کی تعمیل بھی ضروری ہوتی ہے۔

ولاية نصب القيم إلى الواقف ثم لوصيه لقيامه مقامه الخ. (الدر المختار ٦٣٣/٦ زكريا)

ہ:- کوئی بھی مسلمان کبھی بھی اپنا مال راہِ خدا میں وقف کرسکتا ہے، اُس کے لئے کسی خاص مدت تک باعمل ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اور وقف کے لئے ایسی کوئی قید لگانا خلافِ شریعت ہوگا۔

هو لغة: الحبس، وشرعًا: حبس العين على حكم ملك الواقف والتصدق بالمنفعة ولو في الجملة. (الدر المختار ٥١٩/٦ زكريا)

و:- جس طرح کارِ خیر کے لئے وقف کیا جاتا ہے، اِسی طرح اسلامی شریعت میں اپنی اَولاد یا اعزہ وغیرہ کے لئے بھی واقف کو وقف کرنے کی اِجازت ہے؛ لہٰذا وقف علی الاولاد کو بالکل ختم کرنے یا اُس میں ناقابل عمل زائد شرائط لگانے کا کسی کو حق نہیں ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: أصاب عمر أرضًا بخيبر، فأتى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يستأمره فيها، فقال: يا رسول اللّٰه! إني أصبت أرضًا بخيبر لم أصِب مالا قط هو أنفس عندي منه، فما تأمرني به؟ قال: إن شئت حبست أصلها وتصدقت بها. قال: فتصدق بها عمر أنه لا يباع أصلها ولا يبتاع ولا يورث ولا يوهب. قال: فتصدق عمر فى الفقراء وفي القربى وفي الرقاب وفي سبيل اللّٰه وابن السبيل الخ. (صحيح مسلم، كتاب الوصية / باب الوقف رقم: ١٦٣٢)

تبصرہ:- مجوزہ ترمیمی بل ۲۰۲۴ء کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس میں مجموعی طور پر درج بالا نکات میں شرعی اُصول وضوابط کی کھلی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔

کیوں کہ بہت سے معاملات میں فیصلے کے اختیارات مقامی کلکٹر کو دینا تجویز کیا گیا ہے۔ نیز مرکزی وصوبائی وعلاقائی کمیٹیوں میں غیر مسلم اَراکین مقرر کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اِسی طرح واقف کے لئے وقف سے قبل کم از کم ۵؍سال دین داری والی زندگی کی قید لگائی گئی ہے، وغیرہ۔

یہ سب باتیں اِسلامی اُصولوں کے متصادم ہیں، اِس لئے اَزروئے شرع یہ بل مسلمانوں کو منظور نہیں ہے اور مسلم اَوقاف کی بقاء کے لئے بڑا خطرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے شرور سے ملک اور ملت کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ ☐☐☐

درس حدیث:

اللہ سے اپنے رشتے کو مضبوط کیجئے!

حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

نبی کریم علیہ السلام نے امت کو راہ حق دکھانے میں کسی طرح کی کسر نہیں چھوڑی، دن ہو کہ رات ہو، صبح ہو کہ شام ہو ہر وقت آپ ﷺ خدا کے بندوں کو خالق سے جوڑنے میں مصروف رہتے تھے، جانی و مالی نقصان بھوک و پیاس اور دشمنان دین کی جانب سے ملنے والی دھمکیاں آپ ﷺ کو اپنے مشن سے روکنے میں ناکام رہیں، حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے رات کا چین وسکون دن کا راحت و آرام اور دنیا کا عیش وعشرت گویا ہر چیز امت کو ہدایت کے راستہ پر گامزن کرنے میں قربان کردی؛ اسی لئے جب آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرامؓ سے سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ بتاؤ میں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا کر دیا کہ نہیں تو صحابہ کرامؓ نے بیک زبان بلند آواز سے جواب دیا:

وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. (رواه مسلم، رقم الحديث: ۲۱۳۷)

جب تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے پیغام پہنچا دیا، ذمہ داری ادا کردی اور امت کے ساتھ بھرپور خیر خواہی کا معاملہ کیا، نبی کریم علیہ السلام نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہئے گا، اے اللہ! گواہ رہئے گا، اس جملے کو آپ ﷺ نے تین بار دہرایا۔ (اللہ رب العزت آپ ﷺ کو تمام امت کی طرف سے اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے)۔

ذیل میں ذکر کی جارہی ایک لمبی حدیث بھی آپ کی روشن تعلیمات اور امت کے ساتھ خیر خواہی کی بہترین مثال ہے، اس میں ایک طرف جہاں ذکر کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے وہیں دوسری طرف دعا کی اہمیت اور جنت کے مطالبہ کی عظمت کو بھی واضح کیا گیا ہے اور جہنم سے پناہ مانگنے کی رغبت بھی خلق خدا

کے دلوں میں بٹھائی گئی ہے۔ روایت کے ہر حصہ کو ایک دوسرے سے الگ کر کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ، يَلْتَمِسُوْنَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا إِلٰى حَاجَتِكُمْ، قَالَ: فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُوْلُ عِبَادِي؟ قَالَ يَقُوْلُوْنَ: يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ، قَالَ فَيَقُوْلُ: هَلْ رَأَوْنِي؟ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ: لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَوْكَ، قَالَ فَيَقُوْلُ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي، قَالَ يَقُوْلُوْنَ: لَوْ رَأَوْكَ كَانُوْا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيْدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيْحًا.

ترجمہ وتشریح: نبی کریم علیہ السلام پہلے نمبر پر ذکر اللہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو راستوں، گلی کوچوں میں ذکر اللہ کرنے والوں کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور جب کہیں ذکر میں مشغول لوگ مل جاتے ہیں تو وہ اپنے دیگر ساتھیوں کو مطلع کر کے وہاں بلا لیتے ہیں، چنانچہ ہر طرف سے فرشتے اس جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور ان کی تعداد اور اتنی بڑھ جاتی ہے کہ زمین سے آسمان تک ان کے پرے کے پرے لگ جاتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہر چیز سے واقف ہونے کے باوجود ان سے پوچھتا ہے کہ تم کیوں جمع ہوئے ہو؟ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ آپ کے بندے آپ کا ذکر کر رہے ہیں، کبھی سبحان اللہ کہتے ہیں، کبھی اللہ اکبر کہتے ہیں، کبھی الحمد للہ کہتے ہیں اور کبھی آپ کی عظمت و بزرگی کو بیان کرتے ہیں، اس پر خوش ہو کر خدا وحدہ لاشریک فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا میرے بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ میری قدرت وطاقت اور میری پرعظمت ذات کا انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے؟ فرشتے کہیں گے کہ نہیں انہوں نے آپ کو دیکھا نہیں ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ جواب میں فرشتے کہیں گے کہ اگر وہ آپ کی ذات اقدس کا دیدار کرلیں تو ان کی عبادت میں بے پناہ اضافہ ہوجائے گا اور وہ آپ کی بزرگی کو بیان کرنے اور تسبیح پڑھنے میں بہت زیادہ مصروف ہوجائیں گے۔ گویا رب ذوالجلال ذکر کرنے والے بندوں پر فخر کرے گا اور فرشتوں پر ان کی عظمت وفضیلت کو واضح کرتے ہوئے فرمائے گا کہ انہوں نے مجھ کو دیکھا نہیں ہے پھر بھی میری تسبیح وتہلیل اور ذکر

واذ کار میں مصروف رہتے ہیں، اسی طرح دنیا کے جھمیلوں اور مصروفیات میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود مجھ کو یاد رکھتے ہیں اور میرے ذکر وعبادت میں مشغول رہتے ہیں، اسی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت امت مسلمہ کے دلوں میں ذکر الٰہی کی عظمت کو بٹھا دے اور ہر ایک کو روزانہ صبح وشام ایک ایک تسبیح: ”سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر“ کی پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے، نیز قرآن کریم کی تلاوت کے شوق سے مالا مال فرمائے (آمین)۔

(۲) قَالَ فَيَقُولُ: فَمَا يَسْأَلُونِي؟ قَالُوا يَسْئَلُونَكَ الْجَنَّةَ، قَالَ يَقُولُ هَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ يَقُولُونَ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا؟ قَالَ يَقُولُونَ: لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً.

ترجمہ وتشریح: نبی کریم علیہ السلام دوسرے نمبر پر دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ رب ذوالجلال فرشتوں سے پوچھے گا کہ یہ ذکر الٰہی کرنے والے کیا مانگ رہے ہیں؟ کس طرح کی دعا میں مصروف ہیں؟ فرشتے کہیں گے کہ یہ لوگ آپ سے جنت کے طلب گار ہیں، اللہ رب العزت پوچھے گا کہ کیا ان لوگوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہیں گے کہ بخدا انہوں نے جنت کو اور اس کی نعمتوں کو دیکھا نہیں ہے (صرف اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں پڑھا ہے) اللہ رب العزت فرمائے گا کہ اگر دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان میں جنت کے حصول کا شوق اور اس کی طلب بے تحاشہ بڑھ جائے گی۔ گویا خدائے وحدہ لاشریک دعاؤں میں مشغول رہنے والوں اور جنت مانگنے والوں سے خوشی کا اظہار کرتا ہے اور بن دیکھے محض اللہ اور رسول کے ارشادات پر ایمان لانے والے جنت کے طلبگاروں پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں پر ان کی فضیلت وعظمت کو واضح کرتا ہے۔ اللہ رب العزت پوری امت کو دعاؤں کا اہتمام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)۔

(۳) قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ؟ قَالَ: يَتَعَوَّذُونَ مِنَ النَّارِ، قَالَ يَقُولُ فَهَلْ رَأَوْهَا؟ قَالَ يَقُولُونَ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا، قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا؟ قَالَ يَقُولُونَ: لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ انِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ، قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيسُهُمْ. (رواه البخاري ٢/٩٤٨، مشكوة: ١٩٧)

ترجمہ وتشریح: نبی کریم علیہ السلام تیسرے نمبر پر جہنم سے پناہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت فرشتوں سے پوچھے گا کہ یہ ذکر کرنے والے کس چیز سے پناہ مانگ رہے ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ یہ لوگ جہنم سے پناہ مانگ رہے ہیں، اللہ پوچھے گا کہ کیا ان لوگوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہیں گے کہ نہیں انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا ہے، رب ذوالجلال ارشاد فرمائے گا کہ اگر دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ فرشتے عرض کریں گے کہ اگر دیکھ لیں تو اس سے بے تحاشہ بھاگنے لگیں گے اور شدید ترین خوف میں مبتلا ہوجائیں گے۔ اللہ رب العزت آخر میں فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میں تم کو گواہ بنا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے ان تمام لوگوں کی مغفرت کردی ہے، یعنی جو ذکر خداوندی کریں، الحاء وزاری سے دعا کرتے ہوئے جنت کے طالب بنیں اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگیں، ان کی مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے۔

فرشتوں کا اعتراض

مغفرت کا اعلان سننے کے بعد فرشتوں میں سے کچھ یہ اعتراض کریں گے کہ اے خدا! اس مجمع میں فلاں شخص بھی ہے جو ذکر کرنے یا دعا میں شریک ہونے کے لئے نہیں آیا تھا؛ بلکہ اپنے کسی ذاتی کام سے آیا تھا، کیا یہ شخص بھی مغفرت پانے والوں میں شامل ہوگا؟ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رب ذوالجلال جواب میں ارشاد فرمائے گا کہ ہاں فلاں شخص بھی مغفرت سے مالا مال ہوجائے گا؛ کیونکہ وہ ذاکرین کے ایسے مبارک مجمع میں موجود ہے کہ جن کا ہم نشیں بھی محروم نہیں رہتا ہے۔ گویا اہل اللہ کی مجلسوں میں بڑے اہتمام سے شرکت کرنی چاہیے، ذکر واذکار کی محفل ہو یا دعا کی مجلس ہو وقت نکال کر ضرور شریک ہونا چاہیے اور ہرگز اس طرح کے مواقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ پتہ نہیں کب مغفرت کے دروازے کھل جائیں اور کب مجمع میں موجود نیک لوگوں کی بدولت تمام شرکاء کے لئے نجات کی راہ ہموار ہوجائے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو نبی کریم علیہ السلام کے مذکورہ بالا ارشاد کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)۔ وصلی اللہ علی النبی الکریم

○❖○

اِفاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ بقرہ

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ

ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی اُستاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جس کے معاملات درست نہ ہوں اس کی عبادت اور اس کی تبلیغ کا کوئی اعتبار نہیں

وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ: اس آیت میں اس سے پہلے تک عقائد کا بیان تھا، اس کے آگے معاملات کو بیان کیا ہے اور عبادات کو اس کے بعد بیان کیا، معاملات کو عبادات پر مقدم کیا، اس سے معاملات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، جس کے معاملات درست نہ ہوں اس کی عبادت اور اس کی تبلیغ کا بھی کوئی اعتبار نہیں (مدرسہ میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی، ان میں سے ایک صاحب نے حضرت سے مشورہ اور درخواست دعا کے طور پر عرض کیا کہ میں بہت مقروض ہوں، کئی لوگوں کا مجھ پر قرض ہے، سب مجھ سے قرض کا مطالبہ کر رہے ہیں، پریشان کر رہے ہیں، میں ان کا پیچھا چھڑا کر جماعت میں چلہ میں آ گیا، حضرت نے ان کی پوری بات سنی، ان کو تسلی دی اور مشورہ دیا کہ آپ جماعت سے واپس جایئے پہلے قرض خواہوں کے قرضے ادا کیجئے، معاملات صاف کیجئے اس کے بعد جماعت میں وقت لگایئے۔ حضرت نے فرمایا: قرض کا معاملہ بہت سنگین ہے، حقوق العباد کی وجہ سے ساری عبادتیں حق دار کو دلا دی جائیں گی، کسی طرح بھی پہلے قرضہ ادا کیجئے، سلائی مشین بیچ کر، گھر میں بکری پلی ہے اس کو بیچ کر قرض ادا کیجئے؛ کیونکہ قرض کا ادا کرنا، معاملات کو صاف رکھنا بہت ضروری ہے، اس کے بغیر تو عبادات کا بھی اعتبار نہیں)۔

وَآتَـى الْـمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ کی راہ میں ایسا مال خرچ کرے جو اس کو محبوب ومرغوب ہو، اس مال کی طرف خود اس کی بھی رغبت ہو، ایسا نہیں کہ جو مال اس

کے لئے بالکل ردی کسی کام کا نہ رہا ہوتو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا نہیں بلکہ جو مال خود اس کو بھی محبوب ہو، مرغوب ہو، بیکار نہیں بلکہ کار آمد ہو، ایسے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔

اور ایک اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہو، اللہ کے واسطے ہی ہو یعنی کوئی فاسد غرض اس میں اس کی شامل نہ ہو، جو مال بھی خرچ کرے اس سے اللہ کی رضا ہی مطلوب ہو، کوئی اور نیت شامل نہ ہو، جیسے آج کل بہت سے لوگ ناموری اور شہرت کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

دلی مرضی کے بغیر چندہ لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے

اور ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرے وہ خوش دلی سے ہو، یعنی مال دے کر بھی اس کو خوشی ہو ایسا نہ ہو کہ مال دے کر پچھتا رہا ہے، دل سے ناپسندیدگی ہے مجبوری کی وجہ سے، لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے یا شرما حضوری میں مال خرچ کر دیا، چندہ دے دیا، مال خرچ کرنے اور چندہ دینے سے اس کو خوشی نہیں، ایسا مال خرچ کرنا بھی اللہ کے یہاں مقبول نہیں، نہ لینے والے کو ثواب ملے گا نہ دینے والے کو؛ بلکہ ایسا چندہ حلال بھی نہیں؛ کیونکہ مال کی حلت کے لئے دلی مرضی ہونا شرط ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ. کان کھول کر سن لو کسی انسان کے لئے کسی دوسرے کا مال اس کی دلی مرضی کے بغیر حلال نہیں، آج کل اس میں بڑی بے احتیاطی ہوتی ہے، مدرسہ والے بھی اس میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں۔

مدرسہ والوں کو تنبیہ

بعض مدرسہ والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وفد بنا کر کسی بڑے سیٹھ صاحب کے یہاں پہنچے اور اطلاع پہنچا دی کہ فلاں جگہ سے وفد آیا ہے، ویسے دیتے تو پانچ ہزار دیتے، اب چونکہ وفد آیا ہے، اس لئے مارے شرم کے سیٹھ صاحب زیادہ دے رہے ہیں، وفد پہنچا اور کہا کہ فلاں صاحب نے پانچ لاکھ دئے ہیں اور آپ کی حیثیت تو ماشاء اللہ ان سے زیادہ ہے، خود وہ بھی سوچتا ہے کہ کم از کم پانچ کے سوا پانچ تو ہونا ہی چاہیے، ان سے کچھ زیادہ ہی ہونا چاہیے، ایسا کہنے والوں کو ثواب ملے گا نہ دینے والوں کو،

دونوں گنہگار رہوں گے۔حضرت نے ادارہ کا نام نہیں لیا اور یہ فرمایا کہ وفد کی واپسی پر اس کا بڑا استقبال ہوا، خوشی منائی گئی کہ ماشاء اللہ وفد کا سفر بہت کامیاب رہا، خوب چندہ ہوا، لیکن اس چندہ کی نحوست کہ اس کے بعد ہی سے مدرسہ باہمی اختلاف کا شکار ہوا، ایسا اختلاف کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا، یہ اسی چندہ کی نحوست ہے، شریعت کے خلاف جب کام ہوگا اس کا یہی نتیجہ ہوگا، اللہ حفاظت فرمائے۔

ہمارے اکابر چندہ ایسے کرتے تھے

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کا واقعہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے چندہ کے لئے جاتے تھے، ایک مرتبہ کلکتہ تشریف لے گئے، حضرت مفتی صاحب کی عادت تھی کہ چندہ کے لئے جن لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے صاف صاف فرمادیتے کہ ایسا مدرسہ ہے، اتنے طلباء پڑھتے ہیں، یہاں تک تعلیم ہوتی ہے، اس مسلک کے لوگ ہیں ہر بات صاف صاف فرمادیتے اور ضرورت کا اظہار بھی فرمادیتے، آپ کا جی چاہے دے دیجئے، خوشامد اور چاپلوسی یا اصرار بالکل نہ کرتے؛ بلکہ ضرورت کا اظہار کرنے پر اکتفا فرماتے، جو جتنا چندہ دیتا لے لیتے، رسید کاٹ دیتے، ورنہ واپس آجاتے۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب کلکتہ چندہ کرنے گئے اور ایک بدعتی کے یہاں پہنچ گئے، وہ کٹر بدعتی تھا اور ایسے مدرسوں کا بالکل چندہ نہ دیتا تھا، لیکن حضرت مفتی صاحب اس کے یہاں پہنچ گئے اور اسی طرح استغناء کے ساتھ صاف صاف باتیں فرمائیں، وہ بدعتی حضرت مفتی صاحب کی باتوں کو سن کر بہت متأثر ہوا، اور یہ کہا کہ ہمارے علماء (بریلوی تو) اس طرح صاف گوئی سے کام نہیں لیتے، میں آپ کی اس صاف گوئی سے بہت متأثر ہوا، اور اچھا خاصا چندہ مفتی صاحب اس سے وصول کر لائے باوجودیکہ وہ دوسرے خیال کا تھا، بدعتی تھا، لیکن مفتی صاحب کی باتوں اور آپ کی شخصیت وحسن اخلاق سے اتنا متأثر ہوا کہ اپنی خوشی سے اس نے کافی چندہ دیا۔

ستانے والے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کی تاکید

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی اور اللہ کی محبت میں مال دیتا ہو رشتہ داروں کو اور

وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ. (البقرة: ١٥٧) یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو۔

نیکی والے کام اور نیک لوگوں کی شان اور ان کی پہچان بتائی جا رہی ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو مال دیتے ہیں، یعنی ضرورت کے وقت ان کی مالی خدمت اور مالی تعاون کرتے ہیں، مال کے مصارف یتیم مسکین سب بتلائے ہیں؛ لیکن ان سب میں ذَوِی الْقُرْبٰى یعنی رشتہ داروں کو دوسرے مصارف پر مقدم کیا؛ کیونکہ رشتہ داروں پر خرچ کرنے کی اہمیت زیادہ ہے، اور دوسروں کے مقابلہ میں ان کے حقوق بھی زیادہ ہیں، دوسرے اس وجہ سے بھی کہ رشتہ داروں سے تکلیفیں بہت پہنچتی ہیں، ہر رشتہ دار ولی اور بزرگ نہیں ہوتا، رشتہ دار سب نیک اور بزرگ نہیں ہوتے، فاسق فاجر، بے نمازی اور مخالف بھی ہوتے ہیں؛ لیکن بغیر کسی استثناء کے سب کو دینے اور سب کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے، خواہ وہ ہمارے ساتھ برا سلوک کرتے ہوں، سب کو دینے اور سب کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو رشتہ دار قریبی ہوں اور تکلیف پہنچاتے ہوں ان کو بھی دینے کا حکم ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَأَحْسِنْ إِلٰى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ. (كشف الخفاء ٢/ ٢٨، رقم: ١٥٢٥ بيروت) یعنی جو تم سے قطع رحمی کرے رشتہ توڑے تم اس سے رشتہ جوڑو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو، جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ

اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ بہت معروف ومشہور ہے، ان کے قریبی رشتہ دار مسطح بن اثاثہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کا پورا خرچ برداشت کرتے تھے؛ لیکن آپ کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جن لوگوں نے سازش کے تحت الزام لگایا، تہمت لگائی اس میں مسطح بن اثاثہ بھی شریک تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت رنج ہوا، غصہ بھی آیا کہ میں ان کے ساتھ اتنا احسان بھی کرتا ہوں، خرچ برداشت کرتا ہوں اور یہ اس سازش میں شریک ہیں، قسم کھالی کہ اب آج سے ان کو خرچ نہ دوں گا کہ جس تھالی میں کھائیں اسی میں چھید کریں، چنانچہ اس

کے بعد سے خرچ بند کردیا،خرچ نہ دینے کا فیصلہ کرلیا؛لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام آیا کہ ان بڑے میاں کو دیکھو اتنی سی بات میں روٹھ گئے،نفقہ دینا بند کردیا،اسی موقع پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا.** (النور: ۲۲) کہ معاف کردیں،درگزر کردیں۔**اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ.** (النور: ۲۲) کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہاری خطائیں معاف کردے،چنانچہ اس کے بعد سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر خرچ دینا شروع کردیا،یہ ہے مقام صدیقیت،اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کتنی محبت تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے،ڈانٹنا تنبیہ کرنا محبت کی دلیل ہے،ہر ایک کی تربیت کا انداز الگ الگ ہوتا ہے،اللہ پاک اپنے بندوں کی مختلف انداز سے تربیت فرماتا ہے،یہ بھی ایک انداز ہے۔

غلطی پر ڈانٹنا،تنبیہ کرنا،اصلاح کی کوشش کرنا محبت کی علامت ہے

اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ جس کو ڈانٹا جاتا ہے،تنبیہ کی جاتی ہے تو محض تعلق اور محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے؛اس لئے بڑوں کی ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کی وجہ سے بددل اور ناراض نہیں ہونا چاہئے،آدمی ہر ایک کو نہیں ڈانٹا کرتا،جس سے محبت ہوتی ہے تعلق ہوتا ہے انہیں کو ڈانٹتا اور تنبیہ کرتا ہے۔

وَالسَّآئِلِیْنَ: یعنی نیکی والے کام اور اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف یہ ہیں کہ وہ سوال کرنے والوں کو بھی مال دیا کرتے ہیں؛لیکن یہاں پر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ضرورت کے وقت سوال کرنا اور بات ہے اور سوال کو پیشہ اور عادت بنالینا اور بات ہے،دونوں میں بڑا فرق ہے،سائل تو وقتی ضرورت کی وجہ سے مجبوراً سوال کررہا ہے،اس کو دینا چاہئے بطور امداد کے یا بطور قرض کے۔اور پیشہ ور وہ ہے جس نے سوال کرنے بھیک مانگنے کا پیشہ ہی بنالیا ہو،ایسے شخص کو نہ مانگنا جائز ہے،نہ ہی ایسے لوگوں کو دینا جائز ہے۔ کانپور میں ایک عورت چوراہے پر بھیک مانگا کرتی تھی،اس کا پیشہ ہی یہ تھا،جب اس کا انتقال ہوا تو چالیس ہزار رقم (اس زمانہ میں) اس کے پاس برآمد ہوئی جو اس نے سب بھیک مانگ کر جمع کی تھی،ایسے پیشہ ور فقیروں کو دینا جائز نہیں۔

اِصلاحِ معاشرہ: پچیسویں قسط

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم وتربیت کے انداز

بقلم:- فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی مصریؒ

تلخیص وترجمانی:- مفتی محمد یحییٰ قاسمی اُستاذ عربی اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ترغیب وترہیب کے ذریعہ تعلیم

جناب نبی کریم ﷺ کی تعلیم تربیت کا ایک نمایاں تر اسلوب ترغیب وترہیب کا بھی ہے، خود قرآن کریم میں آپ کو دونوں طرح کی آیات ملیں گی، آپ ﷺ خیر کے کام کے اجر وثواب اور اس پر مرتب ہونے والے منافع وفوائد کا تذکرہ کرکے لوگوں کو اس کارِ خیر کو بجالانے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور برے وغلط کام کی سزا اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقصانات بتلا کر غلط کاموں کے ارتکاب سے لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک ماہر مربی طبیبِ حاذق کی طرح ہوتا ہے جو طبیب حاذق نشتر بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی رکھتا ہے، بعینہٖ اسی طرح ایک مربی کا اپنے ماتحتوں کے ساتھ دوطرفہ رویہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی انہیں ڈانٹتا ڈپٹتا بھی ہے، ڈراتا دھمکاتا بھی ہے، تو کبھی دلار اور پیار بھی کرتا ہے اور دونوں چیز ایک مربی واستاذ کے لئے ازحد ضروری ہے؛ کیونکہ نری ڈانٹ ڈپٹ دل میں نفرت پیدا کرتی ہے اور صرف دلار و پیار خراب وبیکار کردیتا ہے۔

ترغیب وترہیب پر مشتمل احادیث کا اچھا خاصہ ذخیرہ ہے، بنابریں بعض محدثین نے الگ الگ ناموں سے اس طرح کی احادیث کو مستقل کتابوں کی شکل میں جمع کردیا ہے، میرے خیال (فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ) میں امام حافظ ابومحمد زکی الدین عبدالعظیم المنذریؒ کی کتاب ’’الترغیب والترہیب فی الحدیث الشریف‘‘ اس موضوع پر سب سے زیادہ جامع سب سے زیادہ مفید اور سب سے زیادہ سہل الاستفادہ کتاب ہے، جو زیورِ طبع سے آراستہ اور کتابوں کی مارکیٹ میں دستیاب بھی ہے۔ ذیل میں بطورِ نمونہ چند احادیث قارئین کی خدمت میں پیش ہیں، جو ترہیب پر مشتمل ہیں۔

نماز باجماعت ادا نہ کرنے پر سخت وعید

ایک امام صاحب کے پیچھے اجتماعی طور پر نماز کی ادائیگی کا نام ''جماعت'' ہے، اسلام میں نماز باجماعت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، فقہائے احناف میں سے بعض حضرات نے اس کو واجب اور بعض نے اس کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے، جو واجب کے قریب قریب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت سے نماز کی ادائیگی ستائیس درجہ افضل ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا: کہ میرے جی میں آتا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر اذان دی جائے، کسی کو لوگوں کا امام مقرر کر دوں اور پھر لوگوں کے یہاں جا کر دیکھوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ (بخاری شریف ۱/۸۹)

فائدہ: جماعت پر اس قدر زور اس لئے دیا گیا ہے کہ اسلام میں مسلمانوں کی اجتماعیت نہایت اہم امر ہے اور تمام اسلامی عبادات سے اس کا اظہار ہوتا ہے، اسی لئے تمام مسلمانوں کو ایک ہی مہینے میں روزہ کا حکم دیا گیا، زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کا اجتماعی نظام قائم کیا گیا، حج کو ایک بین الاقوامی اجتماع کی حیثیت دی گئی، عیدین میں پورے علاقے اور شہر میں مختلف محلوں کے مسلمانوں کو یکجا کیا گیا، اسی طرح شب و روز میں پانچ دفعہ نماز کے ذریعہ مسلمانانِ محلّہ کو اجتماع کی صورت پیدا کی گئی۔

جماعت کی مصلحتوں میں یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام اور اللہ کی اطاعت کا برسرِ عام ظہور ہوتا ہے اور معاشرے میں اس کی تشہیر ہوتی ہے، جاہلوں کو اہلِ علم سے استفادہ کا موقع ملتا ہے اور سست طبع لوگوں کے لئے ایک عبادت کی انجام دہی آسان ہو جاتی ہے۔ (قاموس الفقہ ۳/۱۱۷)

سنو! تم ہمیں کبھی نہ پاؤ گے

علامہ حافظ ذہبیؒ اپنی مشہور کتاب ''الکبائر'' ص: ۵۵ر میں ایک نصیحت آمیز واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے جن کا نام عبید اللہ بن عمر القواریری تھا، اتنے نیک تھے کہ نماز چھوٹنا در کنار کبھی ان کی جماعت بھی فوت نہ ہوئی تھی، ایک بار کی بات ہے کہ ان کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا، اسی کی خدمت

وضیافت میں ان کی عشاء کی جماعت فوت ہوگئی، انہیں بڑا صدمہ ہوا، بہت کوشش کی کہ کسی جگہ نماز باجماعت مل جائے؛ لیکن ہر جگہ جماعت ہوچکی تھی؛ بلکہ بعض جگہ مسجدوں کے دروازے تک بھی بند ہوچکے تھے، اداس گھر لوٹ آئے، انہیں خیال ہوا کہ حدیث کی رو سے جماعت کی نماز انفرادی نماز سے ستائیس درجہ افضل ہے؛ لہٰذا کیوں نہ عشاء کی نماز انفرادی طور پر ستائیس بار پڑھ لوں، چنانچہ انہوں نے وہ عشاء کی نماز انفرادی طور پر ستائیس بار پڑھی، پڑھ کر سوگئے تو خواب دیکھتے ہیں کہ کچھ نیک لوگ گھوڑے پر سوار ہیں اور وہ بھی گھوڑے پر سوار ہیں؛ لیکن کوششِ بسیار اور سعی بسیار کے باوجود بھی وہ اوروں سے بہت زیادہ پیچھے ہیں، ایک شخص نے ان کی اس بے سود تگ ودو دیکھ کر کہا کہ جناب! تم لاکھ کوشش کرلو تم ہمیں پا نہیں سکتے، میں نے کہا بھلا وہ کیوں؟ تو اس شخص نے جواباً کہا کہ ہم نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی ہے اور تم نے تنہاء اس لئے تم ہم کو کبھی پا ہی نہیں سکتے۔ عبیداللہ بن عمر القواریریؒ فرماتے ہیں کہ پھر میری نیند کھل گئی اور جماعت کے فوت ہونے کا غم مجھے مدتوں رہا۔

مظلوم کی بددعا سے بچئے!

ایک طاقتور کمزور کو ناحق ستاتا اور پریشان کرتا ہے، کمزور کا صبر جب جواب دیتا ہے تو کمزور مظلوم کی زبان سے کبھی آہ اور بددعا نکل جاتی ہے جو ظالم کی دنیا وآخرت تباہ وبرباد کرنے کے لئے بہت اور کافی ہوتی ہے، حضور اکرم ﷺ نے امت کو ہوشیار کرتے ہوئے فرمایا: کہ مظلوم کی آہ اور بددعا سے بچو؛ کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب اور دیوار حائل نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی بددعا بارگاہِ ربِ صمد بہت جلد سن لی جاتی ہے اور اس کی قبولیت میں ذرا دیر نہیں لگتی اور پھر ظالم کہیں کا نہیں رہتا۔

(بخاری شریف ۱/۳۳۱)

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر سخت وعید

ایک مسلمان عاقل، بالغ، صاحبِ نصاب ہو، اس نصاب پر سال گزر چکا ہو، اس کا وہ مال اس کی ضرورت قرض وغیرہ سے فارغ ہو تو اس پر اس مال کا چالیسواں یعنی روپئے میں ڈھائی روپئے اپنے غریب بھائی کو زکوۃ کے نام پر دینا واجب ہے اور جیسے نماز ایک فریضہ ہے، زکوۃ بھی ایک فریضہ ہے، جس

کی ادائیگی کے بغیر چارۂ کار نہیں ہے؛ لیکن آج مسلمان مالداروں کی ایک تعداد ہے جو اس فریضہ کی ادائیگی سے یا تو بالکل غافل ہے، یا پھر اس کی ادائیگی کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے؛ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لئے جو زکوۃ کی ادائیگی میں کاہلی کرتے ہیں، اتنی سخت وعیدیں سنائی ہیں کہ سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو منجانب اللہ مال ملا ہو اور پھر اس نے زکوۃ ادا نہ کی تو کل قیامت کے دن اس کا یہ مال گنجے سانپ کی شکل میں آ کر اس کی گردن میں لپٹ جائے گا، اس سانپ کے آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، اللہ اس سانپ کو قوت گویائی دیں گے اور وہ زکوۃ نہ دینے والے کے دونوں جبڑا پکڑ کر کہے گا: کہ أَنَا كَنْزُكَ وَأَنَا مَالُكَ. میں ہی تیرا خزانہ ہوں، میں ہی تیرا مال ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی بات کی تائید وتقویت میں بطور استناد واستشہاد کے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: (بخاری شریف ۱/ ۱۸۸)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (آل عمران: ۱۸۰)

اور جو لوگ اس مال میں بخل سے کام لیتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے کوئی اچھی بات ہے، اس کے برعکس ان کے حق میں یہ بہت بری بات ہے، جس مال میں انہوں نے بخل سے کام لیا ہے قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔

ایک عبرتناک واقعہ

علامہ حافظ ذہبیؒ اپنی کتاب ''الکبائر ۱/ ۶۲'' میں ایک عبرتناک واقعہ لکھتے ہیں، فرماتے ہیں: کہ محمد بن یوسف الفریانی ذکر فرماتے ہیں: کہ ایک بار کی بات ہے کہ ہم چند احباب اپنے وقت کے بزرگ ابوسنانؒ سے ملنے کے لئے گئے۔ حضرت کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے ہوں گے کہ حضرت نے ہم سب سے کہا کہ آؤ ذرا پڑوس میں چلتے ہیں، ایک شخص کے بھائی کا انتقال ہو گیا جس کا رو رو کر بہت برا حال ہے، ہم تعزیت کر لیتے ہیں، ہم حضرت کے ہمراہ اس شخص کے یہاں پہنچے، دیکھا کہ وہ حواس باختہ اور دم بخود

ہے، ہم نے لاکھ تسلی کے کلمات کہے لیکن سب بے سود، بے اثر۔ ہم نے کہا کہ بھائی! موت تو سب کو آنی ہے تو تمہارے بھائی کو بھی آ گئی تو اس میں زیادہ رونا دھونا کیا؟ صبر اور ہمت سے کام لیجئے۔ اس نے کہا کہ بھلا اس کو کیسے صبر ہوگا جس نے اپنے بھائی کو اپنی کھلی آنکھوں سے عذاب میں مبتلا دیکھا ہو، ہم نے کہا وہ کیسے؟ تو اس نے بتایا کہ تدفین کے بعد جب سب لوگ واپس چلے آئے تو میں بھائی ہونے کے ناتے قبر کے پاس رک گیا، ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ بھائی کی قبر کے اندر سے آواز آئی کہ مجھے عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ میں نماز روزہ کرتا تھا، میں نے حقیقتِ حال جاننے کے لئے قبر سے مٹی ہٹائی تو دیکھا قبر میں آگ لگی ہوئی ہے اور آگ کا ایک حصہ طوق بن کر بھائی کی گردن میں لپٹا ہوا ہے، برادرانہ شفقت میں آ کر میں نے اس آگ کو گردن سے ہٹانا چاہا تو میرا ہاتھ جھلس گیا، میں نے جلدی سے اپنا ہاتھ باہر کیا، اتنے میں مجھے اپنے بھائی کا ہاتھ نظر آیا جو بری طرح جل چکا تھا، میں نے قبر پر مٹی دوبارہ واپس ڈالی اور جلدی سے وہاں سے بھاگا۔

قصہ کے راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کہ تمہاری نظر میں تمہارے بھائی کا کوئی ایسا عمل جو اس سزا کا سبب ہو؟ اس نے کہا: کہ میرے بھائی نماز روزہ سب کچھ کرتے تھے؛ لیکن زکاۃ کی ادائیگی کے معاملہ میں بہت کوتاہ تھے، اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالا کرتے تھے، قصہ کے راوی فرماتے ہیں کہ مجھے فوراً اللہ کا یہ فرمان: **وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.** (آل عمران: ۱۸۰) یاد آ گیا۔

رمضان کا روزہ بلا وجہ عمداً چھوڑنے پر سخت وعید

کچھ لوگوں کی روزے کے نام پر دن بھر بھوکے پیاسے رہنے پر جان جاتی ہے، کچھ تو معاذ اللہ! یہ بول جاتے ہیں کہ اللہ کو بندوں کو بھوکا پیاسا رکھنے میں آخر کیا مزہ ملتا ہے؟ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص نے بلا کسی عذر کے رمضان کا ایک روزہ عمداً چھوڑا، پھر ہوش آیا اور تلافی کرنا چاہتا ہے، فرمایا کہ زندگی بھر اس ایک روزے کے بدلے روزہ رکھنے پر بھی زندگی بھر کے یہ روزے اس رمضان کے ایک روزے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (ترمذی شریف ۱/۱۵۳)

اور ہم میں کچھ لوگ روزہ تو رکھتے ہیں؛ لیکن صرف کھانے پینے اور جماع سے ہی رکتے ہیں، دیگر منہیات: غیبت، چغل خوری، بدزبانی، دشنام طرازی وغیرہ سے باز نہیں آتے؛ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کو ایسے لوگوں کے روزے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ (بخاری شریف ۱/ ۲۵۵) بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کے ہاتھ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں آتا۔ (مشکوۃ المصابیح ۱/ ۱۷۷)

ادائیگی حج میں ٹال مٹول

آدمی پر حج فرض ہوتا ہے، آدمی جانتا بھی ہے کہ مجھ پر حج فرض ہے؛ لیکن پھر بھی ادائیگی میں آج کل کرتا رہتا ہے، حج کی ادائیگی کے معاملہ کو ہر سال پر ڈال اور ٹال دیتا ہے، بالکل اس شاعر کی طرح:

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم ☆ باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

ہر رات یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کل سے محبت کا یہ دھندا چھوڑ دوں گا؛ لیکن جب کل آتا ہے کہ تو عہد سے پھر جاتا ہوں اور آج کو کل بنادیتا ہوں۔

کبھی بچی کی شادی کا بہانہ، کبھی جدید مکان کی تعمیر کا عذر تو کبھی نئی دکان کا افتتاح وغیرہ۔ یہ بات صحیح ہے کہ شریعت میں حج زندگی میں ایک بار اس وسعت و گنجائش کے ساتھ فرض ہے کہ آدمی جیتے جی جب چاہے ادا کرلے، فریضۂ حج ادا ہوجائے گا؛ لیکن ایک تو زندگی کا کیا بھروسہ؟ دوسرے اگر زندگی رہ بھی گئی تو جوانی اور طاقت کہاں رہے گی کہ جس کے دم سے ارکان ڈھنگ سے ادا کرسکے۔

ع زندگانی گر رہی تو تو جوانی پھر کہاں؟

ایسے لوگوں کے تعلق سے جن پر حج فرض ہے، پھر بھی بلا وجہ ٹال مٹول اور تاخیر کرتے ہیں، حضور ﷺ نے ناراضگی جتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ایسے لوگ یہودی بن کر مریں یا عیسائی بن کر مجھے ان سے کچھ لینا دینا نہیں۔ العیاذ باللہ (مشکوۃ المصابیح ۱/ ۲۲۲)

ایمان کی قدر و قیمت

مفتی محمد عفان منصور پوری (صدر المدرسین واستاذِ حدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ)

اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کے پاس کوئی سب سے قیمتی سرمایہ، دولت ونعمت ہوسکتی ہے تو وہ ایمان ہے، اللہ تعالیٰ جس انسان کو نعمت ایمان سے سرفراز فرما دیں تو اگر وہ دنیا کی دوسری نعمتوں سے محروم بھی ہوگا تو بھی وہ حقیقی اعتبار سے محروم اور ناکام قرار نہیں دیا جائے گا، یہی ایمان اس کے لیے آخرت میں سرخروئی و کامیابی کا سبب بن جائے گا، اس کے برخلاف کسی انسان کے پاس دنیا جہاں کی ساری نعمتیں اور دولتیں ہوں اور دولت ایمان سے وہ محروم ہو تو اللہ کی نگاہ میں وہ کسی بھی حیثیت سے کامیاب لوگوں کی فہرست میں اپنا نام نہیں لکھا پائے گا، ایمان ایسی باعظمت چیز ہے اور ایسا بیش قیمت سرمایہ ہے کہ دنیا میں چاہے انسان کو اس کی عظمت و اہمیت کا اندازہ نہ ہو؛ لیکن جب یہ ظاہری آنکھیں بند ہوجائیں گی اور دوسرے عالم میں وہ قدم رکھے گا تو اس کو احساس ہوگا کہ ایمان کی شکل میں کیسی عظیم الشان نعمت اللہ نے مجھے مرحمت فرمائی تھی اور مالک نے مومن و مسلمان بنا کر مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا۔ آج دنیا کی مشغولیات میں مصروف ہوکر ہم ایمان کی اہمیت کو اپنے قلوب میں محسوس نہیں کر پاتے اور جب عظمت محسوس نہیں ہوتی تو اس کے تقاضوں پر عمل کرنا بھی ہمارے لیے ممکن وآسان نہیں ہو پاتا؛ لیکن اللہ کے یہاں ایک سچے مؤمن کا کیا مقام ہوگا اور اس کے ایمانی عمل کے بدلہ اللہ اس کو کیسا بدلہ عطا فرمائیں گے؟ ہم دنیا میں رہتے ہوئے اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

ایمان کا مقام

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ أَنَّهُ كَانَ يَجْتَنِي سِوَاكًا مِنَ الْأَرَاكِ وَكَانَ دَقِيقَ السَّاقَيْنِ فَجَعَلَتِ الرِّيحُ تَكْفَؤُهُ، فَضَحِكَ الْقَوْمُ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِمَّ

سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ درخت سے مسواک توڑ رہے تھے، آپ کی پنڈلیاں بڑی باریک سی تھیں، ہوا چلی تو پنڈلی سے کپڑا ہٹ گیا، یہ دیکھ کر صحابہ کرامؓ کو ہنسی آ گئی۔ نبی کریم ﷺ کو احساس ہوا، آپ نے پوچھا کس چیز نے تم کو ہنسایا تو وہ وہاں

تَضْحَكُوْنَ؟ قَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللهِ مِنْ دِقَّةِ سَاقَيْهِ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهُمَا أَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ مِنْ أُحُدٍ.

(رواه احمد)

جھوٹ بولنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا تو صاف صاف عرض کردیا کہ یارسول اللہ! عبداللہ بن مسعودؓ کی پنڈلی کے پتلے پن کو دیکھا اچانک ہنسی آ گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، ابن مسعودؓ کی پنڈلیوں کا وزن قیامت کے دن احد پہاڑ سے زیادہ ہوگا۔

اگر ترازو کے ایک پلڑے میں ان کی پنڈلیاں ہوں اور دوسرے پلڑے میں پورا احد پہاڑ ہو تو احد پہاڑ والا پلڑا اوپر چلا جائے گا اور پنڈلی والا جھک جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کا منشا یہ ہے کہ اللہ نے ایمانی صفات سے متصف ہونے کی وجہ سے ابن مسعودؓ کو اتنا باوزن و باعظمت بنایا ہے کہ احد پہاڑ جیسے وزنی مخلوق کی بھی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ علم کوٹ کوٹ کر ان کے اندر بھر دیا گیا، صحابہ کرام میں بہت اونچا مقام ان کو حاصل تھا اور نبی کریم ﷺ کی پوری چھاپ ان کی زندگی کے اندر نمایاں تھی۔ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرامؓ ابن مسعودؓ کی مجلس میں بیٹھ کر ان کے اعمال کو دیکھ کر ان کے انداز و برتاؤ کو دیکھ کر جناب نبی کریم ﷺ کی یاد تازہ کرلیا کرتے تھے۔

اس واقعہ سے نبی کریم ﷺ نے امت کو یہ درس دیا ہے کہ آخرت میں اصل وزن، اصل قدر اور اصل مقام و مرتبہ ایمان اور ایمان والوں کا ہوگا، ایمانی تقاضوں پر اگر انسان عمل کرے گا تو جسم و جثہ کے اعتبار سے چاہے وہ کتنا ہی دبلا پتلا ہو، مگر عمل کے اعتبار سے جذبات و نظریات اور سوچ و فکر کے اعتبار سے وہ اتنا وزنی ہوگا کہ اس کے ہم پلہ اس کے مساوی و برابر کوئی نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ نے ایمان کی اس عظیم دولت سے اپنے فضل و کرم سے جن لوگوں کو بھی نوازا ہے، انہیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اپنے کو باوزن بنانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، ایمانی تقاضوں پر عمل کرکے اپنے آپ کو اللہ کی نگاہ میں محبوب و پسندیدہ بنانے کے جذبہ کے ساتھ اس دنیا میں جینا چاہیے، کوئی بھی خیر کا کام انسان کرتا ہے تو اللہ اس کے ایمان کے اندر جلا پیدا فرمادیتے ہیں اور کوئی بھی بدعملی انسان کرے گا تو اس کا اثر انسان کے ایمان پر پڑے گا۔

ہماری زبان اگر غلط چلے گی، ہماری نگاہیں اگر غلط دیکھیں گی، ہمارے کان اگر غلط چیزوں کو سنیں گے، ہمارے ذہن و دماغ اگر غلط قسم کی سوچ اپنے اندر رکھیں گے، ہمارے ہاتھ و پیر شرعی تقاضوں کے خلاف چلیں گے تو ہماری ان تمام حرکتوں کا سیدھا اثر ہمارے ایمان پر پڑے گا اور ایمان کمزور ہوتا چلا جائے گا۔

ایمان میں جلا پیدا کریں

گناہوں کے ارتکاب کے نتیجہ میں ایمان میں ضعف واضمحلال آتا ہے اور نیکیوں کو کرنے کے نتیجہ میں ایمان میں تقویت اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے اور مومن کے ایمان میں جتنا جلا اور استحکام ہوگا اتنی ہی کامیابی کے فیصلے اس کے لیے دنیا میں بھی ہوں گے اور آخرت میں بھی ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بھلائی کا کام اللہ کی نگاہ میں صدقہ کے برابر ثواب رکھنے والی چیز ہے، یہاں تک کہ اگر آپ کسی اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملاقات کریں گے تو آپ کا یہ عمل بھی اللہ کے یہاں صدقہ کے برابر ثواب رکھنے والا شمار کیا جائے گا۔ اپنی بیوی کے منھ میں لقمہ ڈالنا بھی صدقہ کے برابر اجر رکھنے والا عمل قرار دیا گیا ہے، بچوں کے سروں پر شفقت کے ساتھ ہاتھ رکھنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی فکر رکھنا اللہ کی نگاہ میں صدقہ کے برابر اجر رکھنے والا عمل ہے، ان چھوٹے چھوٹے اعمال کے ذریعہ اپنے ایمان کے اندر مضبوطی پیدا کر سکتے ہیں، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ان پر محبت کی نگاہ ڈالنا نبی کریم ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ایک محبت کی نگاہ والدین کے اوپر ڈالی جائے تو ایک حج مبرور کا ثواب حاصل ہوتا ہے، دن میں دس مرتبہ ڈالیں بیس مرتبہ ڈالیں پچاس مرتبہ ڈالیں اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں وہ ہر بار حج مبرور کا اجر عطا فرمائے گا۔ نبی کریم ﷺ اگر امت کو یہ ہدایت دے رہے ہیں کہ ہر بھلائی کا کام صدقہ کے برابر ثواب رکھنے والا عمل ہے تو آپ بھی تلاش کر کے معروف اور بھلائی کے کام انجام دیا کرتے تھے اور سب کے حقوق کی ادائیگی کی فکر کیا کرتے تھے۔

رواداری

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِالشَّيْءِ يَقُوْلُ: اِذْهَبُوْا بِهٖ إِلٰى فُلَانَةٍ فَإِنَّهَا كَانَتْ صَدِيْقَةَ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَاذْهَبُوْا بِهٖ إِلٰى بَيْتِ فُلَانَةٍ فَإِنَّهَا كَانَتْ تُحِبُّ خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. (اخرجه الحاكم في المستدرك: ١٧٥/٤)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کوئی چیز لائی جاتی کہیں سے کوئی ہدیہ آتا تو آپ ارشاد فرماتے تھے: یہ چیز فلاں صاحبہ کے پاس لے جاؤ؛ اس لیے کہ وہ میری بیوی خدیجہ کی سہیلی ہیں۔ آپ حضرت خدیجہ کے ساتھ تو تعلق ومحبت کا مظاہرہ فرماتے ہی تھے، ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان خواتین کی بھی خبر گیری بھی فرماتے تھے جن سے حضرت خدیجہؓ کا رابطہ اور ملنا جلنا تھا۔ حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ گھر میں کوئی چیز بنتی یا کہیں سے آیا کرتی تھی تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کے متعلقین یاد آیا کرتے تھے اور جہاں ممکن ہوتا آپ ان چیزوں کو بھجوایا کرتے تھے؛ اس لیے کہ یہ بھی معروف اور بھلائی کا کام ہے، ہر بھلائی کا اجر اللہ نے صدقہ کے برابر رکھا ہے، جب انسان اس طرح سماج میں رہنے والے لوگوں کے حقوق کو ادا کرے گا تو محبتیں قائم کیوں نہیں ہوں گی۔ ایک دوسرے کے لیے مرنے مٹنے کا جذبہ کیوں پیدا نہیں ہوگا نبی کریم ﷺ صرف زبانی جمع خرچ نہیں فرماتے؛ بلکہ جو زبان مبارک سے فرماتے اپنے عمل سے اس کا نمونہ بھی دنیا کے سامنے پیش فرمایا کرتے تھے۔

اللہ نے ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے نعمت ایمان سے سرفراز فرمایا ہے، ہمیں ہر چھوٹی بڑی نیکی کو انجام دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صبح سے لے کر شام تک اپنے دن کا چارٹ بنانا چاہیے کہ ہم نے کتنی نیکیاں کی ہیں کتنی اچھائیاں کی ہیں، کتنے ایسے اعمال ہیں جن سے اللہ راضی ہوسکتے ہیں اور اس کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہوسکتے ہیں۔ اگر انسان رات کے وقت سونے سے پہلے پورے دن کے اعمال کا جائزہ لینے کا عادی بنے گا تو اسے اپنے اعمال کے بارے میں معلوم ہوگا وہ نتیجہ نکالے گا کہ میری زندگی میں نیکیاں کتنی ہوتی ہیں، گناہ کتنے ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے گناہوں کی زیادتی کو دیکھ کر انسان کو خود اپنے عمل پر ندامت ہو اور اپنے کئے پر پچھتاوا ہو اور اگر آج زیادہ گناہ اسے اپنی زندگی میں دکھ رہے ہیں تو وہ آئندہ کے لیے عزم کرے گا کہ میں گناہوں کو زیادہ نہیں ہونے دوں گا ان شاءاللہ۔ اس طرح رفتہ رفتہ گناہوں سے پیچھا چھٹے گا اور نیکیوں کی عادت پڑے گی۔ اس طریقے سے انسان خود اپنی تربیت کرسکتا ہے اور اپنے آپ کو سیدھے راستے اور صراط مستقیم پر گامزن کرسکتا ہے۔

ہمیں دوسروں کے عیوب پر نگاہ ڈالنے کے بجائے دوسروں کے زندگی میں جھانکنے کے بجائے اور دوسروں کے نقائص دیکھنے کے بجائے اپنی زندگی میں جھانک کر برائیوں کو دیکھنا چاہیے اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مسلمان مسلمان کے لیے آئینہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ. (رواه ابوداود في كتاب الأدب /٤٨١٨)

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے آئینہ اور شیشہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

آدمی جب شیشہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس کو جب اپنے چہرہ میں کوئی عیب دکھائی دیتا ہے، تو وہ اس کو صاف کرلیتا ہے، چہرہ پر لگی گندگی کو دور کرلیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک مومن دوسرے

مومن کے لیے شیشہ ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے حق میں آئینہ کا کردار پیش کرنا چاہیے، ہم جب آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ ہمیں ہمارا عیب بتاتا ہے، کسی اور کو نہیں بتاتا، جو اس کے سامنے کھڑا ہوگا اسی کو عیب بتائے گا، عیب کی تشہیر نہیں کرے گا، آپ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کے لیے آئینہ ہو؛ اس لیے اگر تم اپنے کسی بھائی کے اندر کوئی عیب دیکھ رہے ہو تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ خاموشی سے جا کر صرف اسے بتاؤ اور اس سے کہو کہ بھئی یہ کمی ہمیں تمہارے اندر محسوس ہو رہی ہے، یہ چیز مضر اور نقصان دہ ہے، تم اس سے اپنا پیچھا چھڑاؤ اور اپنی زندگی کو پاک وصاف کرو، تو وہ آپ کی بات توجہ سے سنے گا اور آپ کا شکرگزار بنے گا اور آپ کا احترام اس کے دل کے اندر آئے گا کہ واقعتاً یہ آدمی میرا خیر خواہ ہے اور تنہائی میں آ کر میرا عیب صرف مجھے بتا رہا ہے یہ کردار ایک مومن کو دوسرے مومن کے لیے پیش کرنا چاہیے؛ لیکن آج اس کا بالکل الٹ ہے، ہمیں اگر کسی کی زندگی میں کوئی عیب دکھائی دیتا ہے؛ بلکہ دکھائی دینا تو بعد کی بات ہے؛ بلکہ اڑتی اڑاتی کسی کی کوئی بات ہمارے کانوں میں پہنچتی ہے تو ہم صاحب معاملہ سے صفائی نہیں کرتے؛ بلکہ دس آدمیوں کے بیچ اس بات کو ذکر کرتے ہیں اور مرچ مصالحہ لگا کر ذکر کرتے ہیں، رائی کو پہاڑ بنا کر ذکر کرتے ہیں اور پھر مزے لیتے ہیں، اب اس آدمی کو پتہ چلے گا کہ فلاں آدمی میرے بارے میں اس اس طرح کی باتیں کر رہا ہے تو بتائیے کہ اس کے دل میں آپ کے لیے کوئی جگہ رہے گی؟ وہ آپ کی کوئی بات کبھی سننے کو تیار ہوگا؟ وہ تو پہلی ہی مرتبہ اپنا یہ ذہن بنا لے گا یہ آدمی میرا خیر خواہ نہیں ہے، یہ میرا بدخواہ ہے، یہ میری عزت سے کھلواڑ کرنے والا ہے، یہ میرے خلاف سازشیں رچنے والا ہے اور جس آدمی کے بارے میں یہ ذہن پہلے سے بن جائے تو پھر کوئی آدمی اس کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لے گا، اس کے ذہن میں سامنے والے کے سلسلہ میں منفی تصور قائم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اگر مسلمانوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے لیے آئینہ ہو تو اس کا مطلب اور پیغام یہ ہے کہ ہم اگر کسی کے بارے میں کوئی بات سنیں یا دیکھیں تو اگر ہمیں خیر خواہی ہے تو اسی سے جا کر اس کا تذکرہ کریں کسی دوسرے کے سامنے اگر اس کا ذکر کریں گے تو ہم خیر خواہ شمار نہیں کیے جائیں گے۔

مایوس نہ ہوں!

اسی طریقہ سے شیشہ کا یہ عمل بھی ہوتا ہے کہ جتنی مرتبہ آپ اس کے سامنے جائیں گے وہ آپ کا عیب بتلائے گا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ ایک مرتبہ گئے شیشہ نے آپ کو آپ کا عیب دکھا دیا، دوسری مرتبہ گئے پھر دکھا دیا تو تیسری مرتبہ آپ پہنچے تو شیشہ روٹھ جائے منع کرنے لگے نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ آپ دن میں

سومرتبہ اس کے سامنے آئیں گے تو اس کا کام تو عیب دکھانا ہے جو جیسا ہے ویسا بتانا ہے، اس میں کوئی کمی بیشی اس کو نہیں کرنی، اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو مسلمانوں کے حق میں شیشہ بتا کر یہ پیغام دیا کہ تم اگر دینی جذبہ کے ساتھ اپنے کسی بھائی کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے گئے ہو، نماز اور قرآن کی طرف بلانے گئے ہو وہ تمہاری دعوت قبول نہیں کررہا ہے، دینی کاموں پر عمل نہیں کررہا ہے، مسجد کی طرف نہیں آرہا ہے تو دوبارہ اس کے پاس جاؤ، اس کو عیب بتاؤ دوبارہ نہیں آئے گا اور تیسری مرتبہ جاؤ، تب بھی نہ آئے تو چوتھی مرتبہ جاؤ، تمہارا کام جانا ہے، کہنا ہے، دعوت دینا ہے، دل کے اندر ڈالنا یہ اللہ کے اختیار میں ہے، جس طریقہ سے شیشہ عیب بتانے میں تھکتا نہیں ہے اور حقیقت کے اظہار میں کوتاہی نہیں کرتا ہے، اسی طرح اچھائیوں کا پیغام عام کرنے میں تھکنا نہیں ہے، یہ نہیں سوچنا کہ ہم تو فلاں آدمی کے پاس دس مرتبہ جا چکے وہ تو ہماری بات پر کان نہیں دھرتا؟ کیا فائدہ بار بار جانے سے؟ پھر جائیں گے تو تھک ہار کر واپس آجائیں گے، وہ مانے یا نہ مانے ہمیں جانے کا ثواب ملے گا، دعوت کا ثواب ملے گا، اللہ نے انبیا کرام کو یہ نصیحت فرمائی تھی اور ساری زندگی وہ اسی ہدایت پر عمل پیرا رہے اور کتنے انبیاء اس دنیا کے اندر ایسے آئے کہ جن کی سالوں کی محنت کے باوجود چند ایمان والے ہی تیار ہو سکے، جن کو انگلیوں پر شمار کیا جاسکتا ہے؛ لیکن وہ محنت سے پیچھے نہیں ہٹے، یہ پیغام نبی کریم ﷺ نے اس کے ذریعہ سے دیا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ شیشہ حقیقت کا اظہار کرتا ہے، جس میں کوئی عیب ہے وہ بتاتا ہے؛ لیکن کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ تم اپنی ذات سے عیب دور کرو، بس بتا دیتا ہے کہ یہ عیب تمہارے اندر ہے، بالکل یہی ذمہ داری ایک داعی کی بھی ہے، لوگوں کو اچھائی کی طرف بلانے والے کی اور برائی سے روکنے والے کی بھی ہے کہ بس وہ لوگوں کو بتاتا رہے کہ اچھائی کیا ہے؟ برائی کیا ہے؟ زور زبردستی کرنے کی اجازت شریعت نے کسی کو نہیں دی ہے۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ فرمایا گیا کہ تم کسی پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گیے ہو کہ زبردستی کسی کو مسجد میں لاؤ، دین کی طرف لاؤ، تمہارا کام تو بلاغ ہے، پہنچا دینا ہے، حق کی بات اللہ کے بندوں کے کانوں میں اتارنی ہے، آنا نہ آنا اس کا علم اللہ کو ہے، وہ جس کو توفیق دیں گے وہ قبول کرے گا اور جس کے مقدر میں توفیق نہ ہوگی تو اس کے دل ودماغ پر ان اچھائی کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

یہ بہت ہی اہم نصیحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے، ایک مومن اگر اپنی زندگی میں اس کردار کا حامل بن جائے تو اللہ اس کی زبان میں بھی تاثیر پیدا فرمائیں گے اور اس کے سارے وجود کو باری تعالیٰ انسانیت کے لیے نافع وسودمند بنا دیں گے۔ ❍❖❍

مواعظِ صحابہؓ: ۵۸؍ویں قسط

مواعظ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

جمع وتشریح: الدکتور عمر بن عبداللہ اُستاذ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ القصیم سعودیہ عربیہ

تسہیل وترجمانی: مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی اُستاذ اَدب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

اچھی بات کا جواب اچھا ہی ہونا چاہیے مخاطب کیسا بھی ہو

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''ادب مفرد'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک ارشاد نقل فرمایا ہے، حضرت فرماتے ہیں:

لَوْقَالَ لِي فِرْعَوْنُ: بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ، لَقُلْتُ: وَفِيكَ. (مصنف ابن أبي شيبة رقم: ٢٥٨٢٥، الأدب المفرد للبخاري، رقم: ١١٣، حلية الأولياء ٣٢٢/١)

اگر فرعون مجھے دعا دیتے ہوئے کہے: اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے، تو میں ضرور (اس کے جواب میں) کہوں گا کہ آپ کو بھی نوازے۔

حضرت کے اس مختصر سے ارشاد میں ہم سب کے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہم سے کوئی بھلی بات کہتا ہے، تو اس کا یہ حق ہے کہ جواب میں اسے بھلی بات ہی کہی جائے، خواہ وہ ہمارے لیے کتنا ہی ناپسندیدہ اور قابل نفرت ہی کیوں نہ ہو۔

شریعت نے ہمیں گفتگو کا ادب یہ سکھایا ہے کہ ہم جب کسی سے گفتگو کا آغاز کریں تو ہمیں اپنے مخاطب سے اچھے انداز میں اچھی گفتگو کرنی چاہیے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا'' (البقرة: ٨٣) ''لوگوں سے بھلی بات کہو'' تو سوچئے! کہ اگر کوئی دوسرا ہم سے اچھی گفتگو کرتا ہے، تو ایسے شخص کے جواب میں اچھے انداز سے گفتگو کرنا اور بھلی بات کہنا کتنا اہم اور ضروری ہوگا۔

آج سوشل میڈیا پر ایک دوسرے سے گفتگو کرنے والے اور ایک دوسرے کی پوسٹ پر کمینٹ کرنے والے جس فحش قسم کی گالی گلوج اور بدگوئی کرتے ہیں، اور جس قدر پست اور گھٹیا قسم کی زبان

استعمال کرتے ہیں اس کو پڑھنے اور دیکھنے والا فحش گوئی کے ان مناظر کو دیکھ کر سخت صدمے اور رنج وافسوس سے دوچار ہوتا ہے، جہاں آپ نے کوئی ایسی رائے پیش کی جو دوسرے کی رائے سے ٹکراتی ہو، تو خواہ آپ نے اپنی بات کتنی ہی تہذیب اور سنجیدگی سے ہی کیوں نہ کہی ہو دوسرا فوراً بدزبانی پر اتر آتا ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ جس سے فکر وعقیدے کا اختلاف رکھتے ہیں اس کی سنجیدہ اور مہذب گفتگو کا جواب تہذیب اور سنجیدگی سے دینے کو کمزوری سمجھتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جارحانہ انداز اپنائے بغیر تنقید اور تردید کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مبارک ارشاد ان کے کمال عقل اور علمی رسوخ کی دلیل، اور سرور دوعالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ تربیت اور بابرکت صحبت کا نتیجہ ہے، آپ ﷺ مکہ میں مشرکین کے درمیان رہے، مدینہ میں یہود اور منافقین سے برابر واسطہ رہا، زندگی کے اخیر زمانہ میں عیسائیوں سے بھی کئی بار واسطہ پڑا، آپ کو اپنے مخالفین کی طرف سے سخت سے سخت توہین آمیز اور دل آزار باتیں سننی پڑیں، جو باتیں ایک عام سمجھدار شریف کے بارے میں بھی کہی جانی مناسب نہیں ہوتیں وہ رسول اللہ ﷺ جیسے عظیم اور پاکیزہ سیرت انسان کے بارے میں پورے زور وشور سے کہی گئیں، مگر ان کے جواب میں آپ نے کبھی بھی تہذیب وشائستگی سے گری ہوئی کوئی بات نہیں کی، آپ کے یہاں سختی کے جواب میں نرمی تھی، گالیوں کے جواب میں دعائیں تھیں، بدزبانی کے جواب میں باوقار شریفانہ طرز گفتگو تھا۔

ایک مرتبہ یہودیوں کے ایک گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایک گستاخانہ جملہ کہا، انہوں نے آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر ''السلام علیکم'' کے بجائے ''السام علیکم'' کہا، جس کے معنی ہیں (تم پر موت ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں ان کی گستاخی کو سمجھ گئی اور میں نے جواب میں کہا: وعليكم السَّامُ و اللَّعْنَةُ (تم لوگوں پر لعنت اور موت ہو) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَهْلاً يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الأَمْرِ كُلِّهِ'' (عائشہ ذرا سنبھل کے! اللہ تعالیٰ تمام باتوں میں نرمی کو پسند کرتا ہے) تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ان کی بات نہیں سنی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے ان کے ''السام علیکم'' کہ ''تم پر موت ہو'' کے جواب میں یہ کہہ دیا تھا کہ ''تم پر بھی ہو''۔ (صحیح البخاری، رقم: ۶۰۲۴، مسلم رقم: ۲۱۶۵)

رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے ان کی بات سنی اور سمجھی تھی، اوران کو اس طرح جواب بھی دے دیا تھا کہ ان کی بات ’’تم پر موت ہو‘‘ کے جواب میں یہ کہہ دیا کہ ’’تم پر بھی ہو‘‘ تو اس طرح ان کی شرارت کا جواب بھی ہوگیا کہ ان کی بدعا انہیں کے اوپر لوٹ گئی، اور سخت وسست بول کر ہم اپنی زبان کو بھی خراب کرنے سے بچ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ خود بھی شریفانہ طرز گفتگو اپناتے تھے اور دوسروں کو بھی اسی بات کی تاکید کرتے تھے۔

افسوس ! کہ آج رسول اللہ ﷺ کے نام لیوا اور آپ کی محبت کا دم بھرنے والے بہت سے لوگ شریفانہ طرز گفتگو کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، ان کی ڈکشنری میں گالی وگلوج اور لعن وطعن کی کثرت ہے، آخر ہماری گفتگو میں تہذیب وشائستگی کب آئے گی؟ ہمارے ڈائلاگ اور مباحثوں کا معیار کب بلند ہوگا؟ کہ مباحثوں میں سنجیدگی ہو، ادب ہو، عقل وفہم سے کام لیا جاتا ہو، اور شور وشغب، بے ہنگم شور سے اجتناب برتا جاتا ہو، چیخ وپکار مچانے سے آپ کے دلائل میں قوت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے برعکس آپ کے دلائل اپنی معنویت کھودیتے ہیں، اور آپ کی گفتگو کھوکھلی محسوس ہوتی ہے، کہاوت ہے کہ گاڑی خالی ہوتو زیادہ ہی شور مچاتی ہے۔

سرکوبی زیادتی کرنے والے کی ہونی چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لَوْ بَغٰـی جَبَـلٌ عَلٰـی جَبَلٍ لَدُكَّ الْبَاغِيُ. (الأدب المفرد للبخاري، رقم: ٥٨٨)

اگر کوئی پہاڑ کسی پہاڑ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے کو ہی ڈھایا جائے گا۔

ناحق ظلم وزیادتی ایسی چیز ہے جس سے سماج کا امن غارت ہوجاتا ہے، افراتفری پھیلتی ہے، اور لوگ گھٹن محسوس کرنے لگتے ہیں؛ لہٰذا ظلم وزیادتی کوئی بھی کرے اسے بخشا جانا نہیں چاہیے، انسان تو انسان بالفرض بے حس پہاڑ بھی اگر کسی پہاڑ پر ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوتو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق ظالم بے حس مخلوق کو بھی نہیں بخشا جائے گا اور ظلم کی پاداش میں اسے توڑ پھوڑ دیا جائے گا، ظاہر ہے کہ ایک بے حس وحرکت مخلوق کسی دوسری بے حس مخلوق پر کیا زیادتی کرسکتی ہے؟ مگر بات کو دل میں

بٹھانے اوراس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے یہ انداز بیان اختیار کیا جاتا ہے، کہ بالفرض ایک بے حس اور غیر مکلّف مخلوق بھی اگر ظلم کی مرتکب ہو تو اس کی سرکوبی کی جائے گی تو پھر انسان سے ظلم وزیادتی کو کیوں کر برداشت کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد سے ملتی جلتی جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

لَتُؤَدُّنَ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ. (مسلم، رقم:٢٥٨٢)	تمہیں قیامت کے دن لوگوں کے حقوق ضرور ادا کرنے ہی ہوں گے، یہاں تک بے سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔

ظلم وزیادتی کس درجہ سنگین عمل ہے یہ اس حدیث سے عیاں ہے، جب عقل سے محروم جانور کو ظلم وزیادتی پر سزا سے مفر نہیں ہے، تو انسان کا کہنا ہی کیا!! شاعر کہتا ہے:

قَضَى اللّٰهُ أَنَّ الْبَغْيَ يَصْرَعُ أَهْلَهُ ☆ وَأَنَّ عَلَى الْبَاغِي تَدُوْرُ الدَّوَائِرُ

اللہ تعالی نے یہ طے کیا ہے کہ ظلم وزیادتی انسان کو ایک دن ضرور پٹخنی دے گی، اور وہ مصیبتوں کے چکر میں پھنسے بغیر نہیں رہے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو ظلم وزیادتی اور سرکشی سے بچنے کا حددرجہ اہتمام کرنا چاہیے، ترمذی میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا– مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ– مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ. (جامع الترمذي، رقم:٢٥١١)	زیادتی اور رشتہ ناطہ توڑنا یہ دو گناہ جتنا اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ ان کی سزا (آخرت کے لیے محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ) دنیا میں بھی نقد دے اتنا کوئی اور گناہ اس بات کا مستحق نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھے۔

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

إذَا أرَدْتَّ أنْ تَذْكُرَ عُيُوبَ صَاحِبِكَ، فَاذْكُرْ عُيُوبَ نَفْسِكَ.
(الزهد لإمام أحمد رقم: ١٠٤٦، الأدب المفرد للبخاري، رقم٣٢٨)

جب تم دوسروں کے عیوب کا تذکرہ کرنے کا ارادہ کرو، تو اس موقع پر اپنے عیوب یاد کرلیا کرو۔

اردو شاعر نے اسی مضمون کو بڑے لطیف انداز میں باندھا ہے:

دوسروں پر اگر تبصرہ کیجیے ☆ آئینہ سامنے رکھ لیا کیجیے

اس ارشاد میں ہمارے بگڑے ہوئے مزاج کے لیے تربیت کا بہترین سامان ہے، کسی پر اللہ کا خاص فضل ہو تو اس کی بات الگ ہے، ورنہ کیا خواص اور کیا عوام اکثریت کا مزاج یہ ہے کہ انہیں دوسروں پر تنقیدیں کرنے، اور اپنے عیوب سے آنکھ موند کر دوسروں کے عیوب کے بارے میں گفتگو کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہے، حالاں کہ انسان دوسرے کے جن عیوب پر تنقید کرتا رہا ہوتا ہے بسا اوقات خود اس کے اندر ان سے بڑے اور ان سے مہلک عیب موجود ہوتے ہیں، یہ مزاج انتہائی ناپسندیدہ اور قبیح تو ہے ہی ساتھ ہی یہ آدمی کے پست ہمت اور ناکارہ ہونے کی بھی دلیل ہے، جو لوگ کسی کام کے نہیں ہوتے وہ اسی مد کے ہوتے ہیں، اس کے بالمقابل جو دوسروں کے عیوب سے پہلے اپنے عیوب اور اپنی کمزوریوں کے بارے میں فکر مند ہوں، اور اس کی اصلاح کی کوشش میں لگا ہو تو یہ آدمی کے نیک طینت، پاک نفس اور حوصلہ مند ہونے کی علامت ہے، ایسے لوگ انسان اور انسانیت کے لیے نہایت مفید اور قابل قدر ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث پاک میں وارد ہے:

طُوبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ. (أخرجه البزار، رقم: ٦٢٣٧)

جس شخص کو اپنے عیب کی وجہ سے دوسروں کے عیوب دیکھنے کی فرصت نہ رہے اسے خیر وخوبی نصیب ہو!!

شاعر کہتا ہے:

لِنَفْسِي أَبْكِي لَسْتُ أَبْكِي لِغَيْرِهِ ☆ لِنَفْسِي مِنْ نَفْسِي عَنِ النَّاسِ شَاغِلُ

میں تو اپنے اوپر روتا ہوں نہ کہ دوسروں پر، میرے اپنے حال نے مجھے اوروں (پر تنقید وتبصرہ کرنے) کی فرصت ہی نہیں چھوڑی ہے۔

مگر یاد رہے کہ یہاں جو دوسروں کے عیوب پر تبصرہ اور تنقید کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور کہا

گیا ہے کہ دوسروں کے عیوب کے پیچھے پڑنے اوران پر فضول تبصرہ کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو یہ بات اس وقت ہے جب کہ آدمی کا مقصدان فضول اورواہیات تبصروں سے محض اپنے دل کی بھڑاس نکالنا،اوردوسروں پر کیچڑ اچھال کرمزے لینا ہو،عموماً لوگ دوسروں کے عیوب کا جوتذکرہ کرتے ہیں وہ صرف اس لیے کرتے ہیں کہ دوسروں کی پردہ دری سے انہیں لذت حاصل ہوتی ہے،شاعر کہتا ہے:

إِنَّ الْمَلَامَةَ فِيْ اللَّذَاذَةِ كَالْكَرٰى

دوسروں کی برائی کرنے میں آدمی کوایسی ہی لذت ملتی ہے جیسےاونگھتے ہوئے انسان کواونگھنے میں۔
ظاہر ہے دوسروں پر کیچڑ اچھال کرخوش ہونا اورلذت حاصل کرنا ایک نہایت پست اورذلیل حرکت ہے،خاص طوراس وقت جب کہ اسی جیسی یااس سے بڑی برائیاں خودآپ کے اندرہوں اورآپ نے اپنی آنکھیں ان سے موندرکھی ہوں۔

ہاں!اگرکوئی شخص سماج اورسماج میں رہنے والےلوگوں کی برائیوں کا ذکرتقریروتحریرمیں یاانفرادی ملاقاتوں میں اصلاح کے جذبے سے کرتا ہو،اورطنزوتعریض کے بجائے اس کے پیش نظرسامنے والے کی خیرخواہی اورہمدردی ہو،نیزاسے جہاں دوسرے کے عیوب اوربرائیوں کی فکرہووہیں وہ اپنی برائیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کے بارے میں فکرمند ہو،تو پھراس کی ممانعت نہیں ہے،یہ تو دینی فریضہ اورانسانی خیرخواہی کا حصہ ہے،اورہرانسان کواپنی وسعت اورہمت کے بقدراس کارخیرمیں حصہ لیناچاہیے۔

نفس کی لذت اوردل کی بھڑاس نکالنے کے خاطرجب دوسروں کی برائیوں پرتبصرہ کرنے کے لیے آپ کا دل مچلے تواس کولگام دینے کا اس سے بہترکوئی طریقہ نہیں کہ اسے خوداپنے گریبان میں جھانکنے کوکہا جائے،ہرانسان میں کسی نہ کسی پہلو سے کچھ کمزوریاں توہوتی ہی ہیں،آدمی کی نظرجب خود اپنی کمزوریوں پرپڑے گی،تواسے دوسرے بھلے معلوم ہونے لگیں گے،اوریہ احساس پیدا ہوگا کہ جب میرے اندربھی بہت سی کمیاں ہیں تومیں کس منہ سے دوسروں پرتنقیداورتبصرہ کروں،اس طرح آدمی کوغیبت وبدگوئی کی بری عادت اوربدترین گناہ سے نجات حاصل ہوجائے گی،ورنہ دیکھا گیا ہے کہ آدمی دوسروں کی جن برائیوں پرمنہ بھربھرکرتنقیدیں کرتا ہے اکثروبیشتروہ خودبھی ان ہی میں گرفتارہو

جاتا ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَدْرَكْتُ بِهٰذِهِ الْبَلْدَةِ – يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ – أَقْوَاماً لَمْ تَكُنْ لَهُمْ عُيُوْبٌ، فَعَابُوا النَّاسَ فَصَارَتْ لَهُمْ عُيُوْبٌ، وَأَدْرَكْتُ بِهَا أَقْوَاماً كَانَتْ لَهُمْ عُيُوْبٌ فَسَكَتُوا عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ، فَنُسِيَتْ عُيُوْبُهُمْ. (الضوء اللامع لأهل القرن التاسع ۱۰۶/۱)

میں نے مدینہ میں ایسے لوگوں کو پایا جن کے اندر برائیاں نہیں تھیں، مگر انہوں نے دوسروں میں عیب نکالے، تو خود ان کے اندر بھی عیب پیدا ہو گئے، اور مدینہ ہی میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی پایا جن کے اندر کمزوریاں تھیں؛ مگر انہوں نے دوسروں کے اندر خامیاں نہیں نکالیں اور خاموشی اختیار کی، تو لوگ بھی ان کے عیبوں کو بھول گئے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہم لوگوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

اوپر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جس قیمتی ارشاد کی تشریح کی گئی کہ ”جب تم دوسروں کے عیوب کا تذکرہ کرنے کا ارادہ کرو، تو اس موقع پر اپنے عیوب یاد کرلیا کرو“ واقعی یہ ارشاد اگر پیش نظر رہے تو آج اپنی نجی مجلسوں، ملاقاتوں، مباحثوں اور سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارموں سے جو منھ بھر بھر کر نا روا تبصرے اور سطحی کمینٹس کئے جاتے ہیں، اور جس تیز و تند انداز میں لوگوں پر حملے کئے جاتے ہیں، اور جس بے حیائی اور دریدہ ذہنی سے لوگوں کی پگڑیاں اچھالی جاتی ہیں اور ان کے خلاف الزام تراشی کی جاتی ہے حضرت کا مذکورہ بالا ارشاد اگر پیش نظر رہے تو لوگوں کو باکی اور دریدہ ذہنی کا حوصلہ نہ رہے۔

اور دوسرا فائدہ یہ ہو کہ آدمی کی نیکیاں بھی محفوظ رہیں اور زبان کے بے تکے استعمال سے جو عداوتیں جنم لیتی ہیں اور تعلقات میں کھٹاس پیدا ہوتی ہے اس سے بھی حفاظت رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نکتہ چینی، عیب جوئی، بدگوئی اور الزام تراشی کے گناہوں سے محفوظ فرمائے، اور ہم کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے عیوب کے دیکھنے اور ان کی اصلاح کرنے والے بنیں، اور دوسروں کی کمیوں اور کوتاہیوں کو کسی عذر یا مجبوری پر محمول کرلیا کریں۔

۲۸ رویں قسط

سلفِ صالحین کے

روشن ملفوظات وواقعات

جمع وترتیب: شیخ ابویحییٰ زکریا بن غلام قادر حفظہ اللہ تعالیٰ

تلخیص وترجمانی: محمد سلمان منصور پوری

توبہ واِستغفار

○ حضرت یونس بن خباب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (جو میرے لئے ایک بھائی کے درجہ میں تھے) نے آیت: ﴿لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ﴾ کے متعلق مجھ سے فرمایا کہ ”کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ ”أَوَّابٍ حَفِيظٍ“ سے کون مراد ہیں؟“ میں نے کہا: ”کیوں نہیں ضرور بتلایئے!“ تو آپ نے فرمایا: ”اِس سے مراد وہ آدمی ہے جو تنہائی میں اپنے گناہ کو یاد کرکے اُس سے استغفار کرتا ہے“۔ (الزہد لاحمد ص: ۴۵۲، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۲۸)

○ حضرت احمد ابن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”خدا کی طرف سے یہ بہت بڑا عطیہ ہے کہ تم اپنی مابقیہ زندگی کی اصلاح کی فکر کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہارے ماضی کے گناہوں کو بخش دیں گے“۔ (الزہد الکبیر للبیہقی ص: ۲۲۸، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۲۸)

○ مشہور بزرگ حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”ہر غم کبھی نہ کبھی مٹ ہی جاتا ہے سوائے توبہ کرنے والے کے غم کے (کیوں کہ جب جب اُسے گناہ یاد آتا ہے تو اُس کا غم تازہ ہوجاتا ہے)“۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۸/۱۰۱، من اَخبار السلف الصالح ص: ۱۲۸)

○ مشہور تابعی حضرت طلق ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کے حقوق بندوں پر اتنے بھاری ہیں کہ وہ اُن کا تحمل نہیں کرسکتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اِس قدر ہیں کہ بندے اُنہیں شمار نہیں کرسکتے؛ لہٰذا صبح اور شام بس مسلسل توبہ کرتے رہنا چاہئے (تو شاید اُس کے حقوق کی کچھ تلافی ہوجائے)“۔

(المصنف لابن ابی شیبہ ۱۸۲/۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۸)

○ حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مشہور تابعی حضرت سعید ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ''سب سے بڑا عابد کون ہے؟'' تو آپ نے فرمایا کہ: ''سب سے عبادت گذار شخص وہ ہے جو گناہ کا مرتکب ہو؛ لیکن جب بھی اُسے گناہ کا استحضار ہو، تو اُس کے مقابلے میں اپنے اَعمال کو حقیر سمجھتا رہے (یعنی اپنے عمل پر اُسے ناز نہ ہو؛ بلکہ گناہ پر گرفت کا خطرہ اُس کے دل میں جاگزیں ہو)''۔

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ۶۶۵/۲، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۸)

○ ابوالملیح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''دنیا میں بھلائی صرف دو آدمیوں کے لئے ہے: (۱) توبہ کرنے والا (۲) اور وہ آدمی جو رفع درجات کے لئے برابر نیک اَعمال میں مشغول رہے۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۸۳/۴، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۸)

○ مشہور راویِ حدیث حضرت عون ابن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھا کرو؛ کیوں کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم دل ہوتے ہیں''۔ (حلیۃ الاولیاء/ لابی نعیم ۲۴۹/۴، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۸)

○ حضرت عون ابن عبداللہ ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''بندے کا گناہ سے پرہیز کی فکر کرنا، ترک معصیت کا سبب بنتا ہے اور گناہ پر ندامت توبہ کی کنجی ہے۔ اور بندہ اپنے بعض عادی گناہ سے بچنے کے لئے برابر فکر مند رہتا ہے؛ یہاں تک کہ یہ فکرمندی بعض نیکیوں کے مقابلہ میں اُس کے لئے زیادہ نفع بخش ثابت ہوتی ہے''۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ۲۵۱/۴، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۸)

○ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کامل آدمی وہ ہے جو گناہ کرکے اُسے بھول نہیں جاتا؛ بلکہ دخولِ جنت تک اُس گناہ سے برابر خوف زدہ رہتا ہے''۔ (الزہد لاحمد ص:۳۳۸، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت یونس بن عبید مشہور تابعی حضرت بکر ابن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا کہ ''تم لوگ گناہ بہت کرتے ہو؛ لہٰذا استغفار کی بھی کثرت کیا کرو؛ کیوں کہ گنہگار آدمی (جب اپنے نامۂ اَعمال میں) اپنے گناہ کے برابر میں استغفار کو دیکھے گا تو اس کی بنا پر اُسے خوشی نصیب ہوگی''۔ (الزہد لاحمد ص:۳۸۱، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت مالک ابن مغول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابویحییٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے گناہوں کے بارے میں شکایت کی (کہ حضرت! گناہ بہت ہوجاتے ہیں) تو حضرت نے جواباً فرمایا کہ ’’گناہوں کو مٹانے والے عمل سے تم کیوں غافل ہو؟ یعنی: استغفار (مطلب یہ ہے کہ گناہ زیادہ ہیں تو اُن کو مٹانے کے لئے استغفار بھی زیادہ کیا کرو)‘‘۔

(الزہد لاحمد ص:۴۵۵، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت ابومنہال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’بندہ کے لئے قبر میں کثرتِ استغفار سے بہتر کوئی پڑوسی نہیں‘‘۔ (الزہد لاحمد ص:۳۹۶، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت عبداللہ ابن شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ شخص جو نیک عمل کرتا ہے اور پھر اُس کے اَجر کی اُمید رکھتا ہے۔

(۲) دوسرا وہ شخص جو برائی کر کے توبہ کرلیتا ہے اور پھر معافی کی اُمید رکھتا ہے۔

(۳) اور تیسرا وہ جھوٹا آدمی جو مسلسل گناہوں میں مبتلا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں‘‘۔

واضح رہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کا معترف ہو اُس پر دنیا میں رحمت کی اُمید کے بجائے گناہوں پر مؤاخذہ کا خوف غالب رہنا چاہئے۔ (شعب الایمان للبیہقی ۲/۱۰۱۶، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت مسکین بن عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مکرم الازدی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ’’اگر تمہارے دل میں کوئی گناہ کرنے کا خیال آئے، تو فوراً اُس گناہ سے دور ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو، یہی اصل میں توبہ کی دلیل ہوگی‘‘۔ نیز آپ نے یہ بھی اِرشاد فرمایا کہ ’’اِنابت الی اللہ کی پہچان یہ ہے کہ ’’سابقہ گناہوں پر آدمی کا دل خوفِ خدا سے معمور ہوجائے‘‘۔ (التوبۃ لابن ابی الدنیا ص:۶۹، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت ابورافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’گناہ پر بندے کی استقامت سے اُس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اُس کا نام غافلین میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ڈھیل سے بے فکری کی علامت یہ ہے کہ بندہ گناہ پر اصرار کرے اور اُس پر مغفرت کی اُمید رکھے‘‘۔ (التوبۃ لابن ابی الدنیا ص:۹۱، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت ابراہیم ابن رجا رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”بنی آدم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) پہلے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو گناہ سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو ترکِ معصیت پر آمادہ کرتے ہیں اور دوبارہ کسی گناہ کی طرف لوٹنا نہیں چاہتے۔ ایسے لوگ کامیاب ہیں۔

(۲) دوسرے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو لگاتار گناہ کرتے رہتے ہیں، پھر شرمندہ ہو کر اپنے گناہوں پر رویا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں رحمت کی اُمید ہے؛ لیکن مؤاخذہ کا خطرہ بھی برقرار ہے۔

(۳) اور تیسرے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، نہ اُس پر کبھی پشیمان ہوتے ہیں نہ غمگین اور نہ کبھی گناہوں پر روتے ہیں۔ ایسے لوگ خائن اور ظالم ہیں جو راہِ جنت سے ہٹ کر جہنم کی طرف گامزن ہیں“ (نعوذ باللہ)۔ (التوبۃ لابن ابی الدنیا ص:۱۲۲، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹-۱۳۰)

○ حضرت اسحٰق ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتے ہو اور خود وہ کام کرتے ہو جو اُنہیں ناپسند ہے؟ میں نے تم سے زیادہ کسی کو خودغرض نہیں دیکھا“۔ (التوبۃ لابن ابی الدنیا ص:۱۷۳، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۳۰)

○ ابن ابی الدنیا سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ بعض اہل حکمت سے پوچھا گیا کہ ”سب سے زیادہ نفع مند حیا کون سا ہے؟“ فرمایا کہ ”اِس بات سے شرم کرو کہ تم کسی سے اپنی پسندیدہ چیز مانگو اور اُن سے وہ سلوک کرو جو اُنہیں ناپسند ہے“۔ (التوبۃ لابن ابی الدنیا ص:۱۷۳، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۳۰)

○ بعض حکیموں نے کہا کہ ”اے لوگو! جنہوں نے گناہوں کو نہیں چھوڑا؛ یہاں تک کہ گناہوں نے اُنہیں چھوڑ دیا (یعنی گناہ کی سکت نہ رہی) پھر وہ سمجھنے لگے کہ گناہوں کا اُن سے چھوٹ جانا اُن کے لئے توبہ ہے (حالاں کہ یہ توبہ نہیں ہے)۔ کاش ایسا ہوتا کہ جب وہ گناہ اُن سے چھوٹ گئے تو وہ دوبارہ اُن گناہوں کی طرف واپسی کی اُمید نہ کرتے (لیکن وہ لوگ اَب بھی اُن گناہوں کی خواہش رکھتے ہیں؛ مگر طاقت نہ ہونے کی وجہ سے انجام نہیں دے پاتے، تو ایسے لوگوں کی زبانی تجربہ کا کوئی اعتبار نہیں)“۔ (العقد الفرید ۱/۳۲۰، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۳۰)

○ حضرت ہمام رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب احبارؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ”بندہ چھوٹا سا گناہ کرتا ہے، پھر وہ اُسے حقیر سمجھنے لگتا ہے؛ لیکن وہ نہ اُس پر شرمندہ ہوتا ہے اور نہ ہی اُس سے توبہ کرتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ گناہ خدا کے نزدیک پہاڑ جیسا بھاری بھرکم ہوجاتا ہے اور کبھی بندہ بڑا گناہ کرلیتا ہے، پھر اُس پر شرمندہ ہوتا ہے اور اُس کے لئے توبہ واستغفار کرتا ہے؛ یہاں تک کہ وہ بڑا گناہ خدا کے نزدیک چھوٹا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس بندے کو معاف فرمادیتے ہیں“۔ (التوبۃ لابن ابی الدنیا ص:۳۴۵ من أخبار السلف الصالح ص:۱۳۰)

○ حضرت عبداللہ ابن سہل رازی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے یحییٰ ابن معاذ رازیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”بہت سے استغفار کرنے والے اللہ تعالیٰ کی نظر میں قابل نفرت ہوتے ہیں؛ جب کہ بہت سے خاموش رہنے والے رحمت کے مستحق ہوتے ہیں؛ کیوں کہ پہلا زبانی استغفار کرتا ہے جب کہ اُس کا دل گناہ میں مبتلا ہے اور دوسرا بظاہر خاموش ہے؛ مگر اُس کا دل ذکر خدا میں مشغول ہے“۔ (بستان العارفین للسمرقندی ص:۱۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۳۰)

○ مشہور محدث حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنی مابقیہ زندگی حسنِ اَعمال کے ساتھ گذارے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے پچھلی اور اگلی زندگی کی خطاؤں کو معاف فرمادیں گے۔ اور جو شخص مابقیہ زندگی خطا کار بن کر گذارے گا (تو اللہ تعالیٰ کے یہاں) اُن کی اگلی اور پچھلی خطاؤں پر پکڑ ہوگی“۔ پھر حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ کو حسن اَعمال کے ساتھ مابقیہ زندگی گذارنے والے لوگوں میں سے بنائیں، آمین۔ (الطیوریات لابی طاہر السلفی ۴/۲۰، من أخبار السلف الصالح ص:۱۳۱)

○ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ربیع ابن خثیم سے پوچھا گیا کہ ”جسم کی بیماری کیا ہے؟“ فرمایا: ”گناہ کرنا“۔ پھر پوچھا گیا کہ ”اِس بیماری کا علاج کیا ہے؟“ فرمایا: ”استغفار کرنا“۔ پھر جسم کی تندرستی کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا کہ ”جسم کی تندرستی اور صحت یہ ہے کہ کسی گناہ سے توبہ کے بعد دوبارہ اُس گناہ کو انجام نہ دینا“۔ (المجالسۃ وجواہر العلم للدینوری ص:۶۳۴ من أخبار السلف الصالح ص:۱۳۱)

○ ایک آدمی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ”جب بندہ اپنے گناہ سے توبہ کرلیتا ہے تو کیا اُس کی بخشش ہوجاتی ہے؟“ حضرت نے فرمایا کہ ”ہاں (بخشش ہوجاتی ہے)“۔

پھر اُس آدمی نے سوال کیا کہ ”کیا اللہ تعالیٰ اُس گناہ کو بندہ کے نامۂ اعمال سے مٹا دیتے ہیں؟“ فرمایا: ”نہیں! بخدا جب تک اللہ تعالیٰ بندہ کو اُس گناہ کے بارے میں باخبر نہ فرمادیں اور اُس کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلیں (اُس وقت تک اللہ تعالیٰ اُس گناہ کو نامۂ اعمال سے نہیں مٹائیں گے)“۔ یہ کہہ کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمانے لگے کہ ”اگر کوئی بندہ صرف اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہوکر روتا ہے تو چاہیے کہ وہ (دنیا میں) اپنے گناہوں پر رویا کرے (کیوں کہ اُس گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں شرمندہ ہونا پڑے گا)“۔ (تعظیم قدر الصلوٰۃ لمحمد بن نصر المروزی ۲/۸۴۲، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۲۹)

○ حضرت اِمام اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ گناہوں کو تو بخش دیتے ہیں؛ مگر اُنہیں صحیفۂ اعمال سے نہیں مٹاتے جب تک وہ بندہ کو اُس گناہ کے بارے میں قیامت کے دن باخبر نہ فرمادیں؛ اگرچہ بندہ نے اُس گناہ سے توبہ کرلی ہو“۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ۴/۲۱۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۳۱)

○ مشہور بزرگ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں متعدد لوگوں سے منقول ہے کہ ”پہلے وہ اَوباش قسم کے آدمی تھے؛ اُن کی توبہ کی وجہ یہ بنی کہ حمام کی بھٹی میں اُنہیں ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہوا ملا، جس میں اللہ تعالیٰ کا نام نامی لکھا ہوا تھا، تو آپ نے بڑے احترام سے اُس کاغذ کو اُٹھایا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ ”اے میرے آقا! آپ کا مبارک نام یہاں پڑا روندا جارہا ہے؟“ پھر عطار کے پاس گئے اور ایک درہم کے عوض میں مہنگا عمدہ عطر خریدا اور پھر اُس کاغذ کے ٹکڑے کو عطر سے معطر کرکے لوگوں کے پہنچ سے باہر کسی جگہ بحفاظت رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے (اس عمل سے خوش ہوکر) اُن کے قلب کو زندہ فرمایا اور اُنہیں رشد وہدایت کی دولت سے نوازا اور پھر وہ عبادت وزہادت کے بلند مقام پر فائز ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱۰/۳۲۷، من اَخبار السلف الصالح ص:۱۳۱)

○❖○

ماہنامہ ندائے شاہی مُرادآباد
ایک عظیم اِصلاحی تحریک کا نام ہے
صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہوجائیے۔

والدین کی اطاعت اور ان کے حقوق

از: مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی سابق استاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی و جامعہ عربیہ امدادیہ مراد آباد

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡآ اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا، اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوۡ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنۡھَرۡھُمَا وَقُلۡ لَّھُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا، وَاخۡفِضۡ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیۡ صَغِیۡرًا. (بنی اسرائیل پ۱۵، ۲۳، ۲۴)

تیرے رب نے حکم کردیا کہ بجز اس (معبود برحق) کے کسی کی عبادت مت کرو، اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو، اگر پہنچ جائیں تیرے سامنے بڑھاپے کو ان میں سے ایک یا دونوں (اس وقت بھی اتنا ادب کرو) کہ ان کو کبھی (ہاں) سے ہوں مت کہو اور نہ ان کو جھڑکو، ان سے خوب ادب سے بات کرو اور ان کے سامنے شفقت سے، انکساری سے جھکے رہو (اور ان کیلئے دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے)۔

والدین کے ادب واحترام کی بڑی اہمیت ہے، والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو حق تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر واجب قرار دیا ہے۔

جیسا کہ سورہ لقمان میں اللہ رب العزت نے فرمایا: اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیۡکَ. یعنی میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم اور اللہ تعالیٰ کے شکر کی طرح والدین کا شکر گزار ہونا واجب ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورۂ لقمان ۱۳/۶۵، رقم: ۱۴، داراحیاء التراث العربی)

صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی اس پر شاہد ہے:

عَنۡ اَبِیۡ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَئَلۡتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کو سب

اَلْعَمَلِ اَحَبُّ اِلیٰ اللّٰہِ؟ قَالَ الصَّلٰوۃُ عَلیٰ وَقْتِھَا قُلْتُ ثُمَّ اَیّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْن ، قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ؟ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلَ اللّٰہ. (بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، ۱/۷۶، رقم: ۵۲۷)

سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، سب سے زیادہ محبوب عمل یہ ہے نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ نماز کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، پھر میں نے پوچھا! اس کے بعد کون سا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے، تو آپ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

سوال کا مقصد

اگر احادیث پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ مختلف مواقع پر مختلف صحابہؓ نے یہی سوال کیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ اس سوال سے دراصل صحابہ کی دلی کیفیت، نیک کام کی حرص اور محبوب عمل کی جستجو اور اس فکر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ تا کہ اس پر عمل کر کے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کیا جائے۔ اور اس کو وظیفۂ زندگی بنا کر رب العزت کی رضا اور اس کا قرب میسر ہو جائے، اسی فکر کو لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال فرمائے۔

کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟

حضور پاک ﷺ نے اس ایک سوال کے متعلق مختلف صحابہ کو مختلف جوابات مرحمت فرمائے، اس حدیث میں بتایا گیا کہ سب سے محبوب عمل وقت پر نماز پڑھنا ہے، ایک صحابی نے پوچھا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ محبوب عمل ''اللہ کا ذکر'' ہے، ایک صحابی نے پوچھا، سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ ایک صحابی نے پوچھا، سب سے افضل عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جہاد فی سبیل اللہ'' اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔

غرض یہ کہ سوال ایک ہے کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ اس کے جواب میں کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: الصّلوٰۃ عَلیٰ وَقْتِھَا. اپنے وقت پر نماز پڑھنا ہے، کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''بِرُّ الْوَالِدَیْنِ'' والدین کے ساتھ اچھے سلوک کرنا ہے، کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: '' ذِکْرُ اللّٰہِ'' اللہ کا ذکر کرنا، کبھی آپ نے فرمایا: اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

گویا آدمی کے حالات کے لحاظ سے افضل عمل بدلتا رہتا ہے۔ کسی کے لحاظ سے نماز پڑھنا افضل عمل ہے، کسی کے لحاظ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک سب سے افضل عمل ہے، کسی کے لئے ذکر اللہ سب سے افضل عمل ہے، کسی کے لئے جہاد سب سے افضل عمل ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز پابندی سے پڑھتا ہے، تو اس کے سامنے نماز کی زیادہ فضیلت بیان کرنے کی ضرورت نہیں؛ لیکن وہ والدین کے حقوق میں کوتاہی کر رہا ہے، تو اس کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسن سلوک سب سے افضل عمل ہے۔ اسی طرح ایک شخص ذکر بھی کر رہا ہے، جہاد میں بھی شریک ہو رہا ہے، والدین کے حقوق بھی ادا کر رہا ہے؛ لیکن نماز میں غفلت برت رہا ہے، فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ. (الماعون، رقم: ۴) یعنی ان نمازیوں پر افسوس ہے، جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت میں ہیں۔

ایسے شخص نے جب سوال کیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِهَا'' معلوم ہوا کہ سائل کی صورت حال اور اس کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے جواب دیا کہ تمہارے لئے وقت پر نماز پڑھنا سب سے افضل عمل ہے۔

بہر کیف: اس حدیث میں افضل عمل کی ترتیب یہ بیان کی گئی، کہ پہلے نماز کی پابندی، پھر والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، پھر جہاد فی سبیل اللہ۔

جہاد کی اس فضیلت کے باوجود، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو جہاد پر مقدم رکھا گیا، اس سے والدین کی عظمت واہمیت کا خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

والدین کا مقام ومرتبہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا؟ قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ. (ابن ماجہ: ۲/۲۶۰، رقم ۳۶۶۲)

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کہ اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی تیری جنت یا دوزخ ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت واطاعت جنت میں لے جاتی ہے۔ اور ان کی بے ادبی اور ناراضگی دوزخ میں لے جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کیلئے اپنے ماں باپ کا فرمانبردار رہا، اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھلے رہیں گے۔ اور جوان کا نافرمان ہوا، اس کے لئے جہنم کے دو دروازے کھلے رہیں گے۔ اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک ہی تھا، تو ایک دروازہ جنت کا یا جہنم کا کھلا رہے گا۔

اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ (یہ جہنم کی وعید) اس صورت میں بھی ہے، کہ ماں باپ نے اس شخص پر ظلم کیا ہو، تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: وَاِنْ ظَلَمَا، وَاِنْ ظَلَمَا، وَاِنْ ظَلَمَا. خواہ ماں باپ نے ہی لڑکے پر ظلم کیا ہو۔ (بیہقی شعب الایمان: ۲۰۶/۶، دارالکتب العلمیہ)

حاصل یہ ہے کہ نافرمانی اور ایذاء رسانی کی صورت میں بیٹا وعید کا مستحق ہے اور کسی حال میں بھی ماں باپ سے انتقام لینے کا اس کو حق نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو خدمت گزار بیٹا اپنے والدین پر شفقت ورحمت سے نظر ڈالتا ہے، تو ہر نظر کے بدلے میں ایک حج مقبول کا ثواب پاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ دن میں سو (۱۰۰) مرتبہ اس طرح نظر کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! سو مرتبہ بھی (ہر نظر پر یہی ثواب ملتا رہے گا) اللہ بہت بڑا ہے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔ (بیہقی شعب الایمان: ۱۸۶/۶، رقم ۷۸۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرو یا ضائع کردو۔ (مسند احمد، رقم: ۲۱۷۱۷، ابن ماجہ، ص ۱۵۱، رقم ۲۰۹۸)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ (ترمذی شریف: رقم: ۱۸۹۹)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اور سب گناہوں کی سزا تو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں قیامت تک مؤخر کردیتے ہیں، سوائے والدین کی حق تلفی اور نافرمانی کے، کہ اس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی دی جاتی ہے۔ (بیہقی شعب الایمان: ۱۹۷/۶، رقم: ۷۸۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(جاری)

قسط:(۲)

حضرت سید الکونین رحمۃ للعالمین ﷺ کا

عفو ودرگذر اور رحم وکرم

از: مولانا کلیم اللہ صاحب معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

سید الکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ، صحابہ کرام، تابعین اور اکابر واسلاف اپنے افعال واعمال کے ذریعہ اس عظیم صفت کو اپنائے رکھنے کی ترغیب دیتے رہے، ہزاروں واقعات احادیث مبارکہ اور اسلامی تاریخ کے ذخیرہ میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے اپنے دشمنوں کے ساتھ کس اعلیٰ وسعت ظرفی کا برتاؤ کیا اور سخت سے سخت جانی دشمن کو بھی اپنے دامن عفو وکرم میں جگہ عطا فرمائی، ان حضرات کی حیات مبارکہ سے منتخب چند واقعات پیش ہیں تاکہ انہیں پڑھ کر ہمارے دلوں میں بھی یہ عظیم صفت پیدا ہو اور ہم دنیا وآخرت میں امن وعافیت چین وسکون کی زندگی بسر کرسکیں۔

سب سے پہلے محسن انسانیت رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی شان رحمت ورافت عفو ودرگذر سے متعلق غزوۂ اُحد کا وہ واقعہ یاد کیجئے جب کہ بعض مسلمانوں کی لغزش اور ''جبل رماۃ'' (جس پر پچاس صحابہ کرامؓ کو مقرر کیا گیا تھا) چھوڑنے سے رسول اللہ ﷺ کو صدمہ اور غم پہنچا تھا، اور فتح شکست سے بدل گئی، خالد بن ولید نے درہ کو خالی پاکر پشت سے حملہ کردیا، عبداللہ ابن جبیر مع اپنے دس ہمراہیوں کے جو درّہ پر موجود تھے شہید ہوگئے، مشرکین کے اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہوگئیں، علم بردار اسلام مصعب بن عمیر شہید ہوگئے، تو شیطان نے یہ افواہ پھیلادی کہ آپ ﷺ شہید ہوگئے، اس خبر سے مسلمانوں میں سراسیمگی، مایوسی، اضطراب اور بے چینی پھیل گئی، اسی کا فائدہ اٹھاکر دشمنوں کا ہجوم آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ عتبہ بن ابی وقاص کی سنگ باری سے آپ ﷺ کے دندانِ مبارک شہید اور لب مبارک زخمی ہوگئے، عبداللہ بن شہاب زہری کی پتھر بازی سے آپ کی کشادہ پیشانی لہو سے تر ہوگئی، عبداللہ بن قمیہ کے حملہ سے خود کی دو کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں چبھ گئیں، جاں نثار صحابہؓ آپ کی حفاظت میں پروانہ وار شہید ہوتے رہے یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو گھیرے میں لئے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے، ابوسفیان نے دیکھا تو وہ بھی فوج لے کر پہاڑی پر چڑھ آیا، مگر حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کی مزاحمت سے آگے نہ بڑھ سکا، ان

تمام تکلیفوں اور صدموں کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اپنے طبعی اخلاق وعادات عفو وکرم کی بنا پر ان پر کوئی ملامت نہیں کی اور کوئی معاملہ سختی کا بھی نہیں کیا، بلکہ عفو ودرگذر، رحم وکرم کا مظاہرہ فرمایا، لیکن حضرات صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اپنی اس لغزش پر جو صدمہ اور اپنے قصور پر جو ندامت تھی ان کی دلجوئی فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مزید لطف وکرم کی ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ، وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ، فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ. (سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹)

بعد اس کے (کہ صحابہ کرامؓ سے ایسی لغزش ہوئی جس پر آپ ﷺ کو ملامت اور مواخذہ کرنے کا حق تھا) خدا ہی کی رحمت کے سبب (جو کہ آپ ﷺ پر ہے) آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ (خدانخواستہ) تندخو سخت مزاج ہوتے تو یہ (بے چارے) آپ کے پاس سے سب منتشر ہوجاتے (پھر ان کو یہ فیوض وبرکات کہاں نصیب ہوتے) سو (جب آپ ﷺ نے برتاؤ میں ایسی نرمی فرمائی تو ان سے جو غلطی آپ کے حکم کی تعمیل میں ہوگئی اس کو دل سے بھی) ان کو معاف کردیجئے (اور ان سے جو غلطی اللہ کے حکم میں کوتاہی سے ہوئی اس کے لئے) آپ ان کے لئے استغفار کیجئے (اگرچہ اللہ نے خود ان کی معافی اور مغفرت کا اعلان پہلے فرمادیا تھا مگر آپ ﷺ کا دعاء مغفرت کرنا مزید ان کے لئے مفید اور موجب تسلی ہوگا) اور ان سے خاص خاص باتوں میں (بدستور) مشورہ لیتے رہا کیجئے (تاکہ اس خصوصی لطف سے ان کے دلوں سے غم دھل جائے) پھر (مشورہ لینے کے بعد) جب آپ ﷺ (کسی ایک جانب) رائے پختہ کرلیں (خواہ وہ ان کے مشورہ کے موافق ہو یا مخالف) تو خدا تعالیٰ پر اعتماد (کرکے اس کام کو کر ڈالا) کریں بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ (معارف القرآن ربانی ۲/۲۱۵)

صحابہ کرام جو رسول کریم ﷺ کے عشاق اور اپنی جان ومال سے زیادہ آپ ﷺ کو عزیز رکھنے والے تھے ان سے جب آپ کے حکم کے خلاف ایک لغزش صادر ہوگئی تو یہاں ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ ان حضرات کو جب اپنی لغزش اور خلاف ورزی حکم پر تنبہ ہوا تو ان کا صدمہ حد سے بڑھ جائے جو ان کے قلب ودماغ کو معطل کردے یا رحمت سے مایوس بنادے، اس کا علاج تو پچھلی آیت میں بتلادیا گیا کہ "غماً بِغَمٍّ" اس لغزش کی سزا دنیا میں دی جاچکی ہے آخرت کا کھاتہ بیباق ہوگیا۔

دوسری طرف رسول کریم ﷺ اس غلطی اور لغزش کے نتیجے میں زخمی ہوئے جس سے جسمانی تکلیف بھی پہنچی اور روحانی تکلیف تو پہلے ہی سے تھی تو اس جسمانی وروحانی تکلیف سے یہ احتمال تھا، کہ آنحضرت ﷺ کے قلب مبارک میں صحابہ کرام کی طرف سے تکدر پیدا ہو جائے جو ان کی ہدایت وتلقین میں مخل ہو جائے اس کے لئے آنحضرت ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی کہ آپ ﷺ ان کی خطا سے درگذر فرمائیں ان کی لغزش دل سے معاف کردیں اور آئندہ کے لئے بھی لطف ومہربانی کا معاملہ جاری رکھیں۔ (مستفاد معارف القرآن ربانی ۲/۲۱۶)

مذکورہ آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو نرم خوئی، خوش اخلاقی، عفو ودرگذر اور لطف ومہربانی کی صفات کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی تلقین کر کے اللہ نے امت کے ہر فرد کو یہ تعلیم دی ہے کہ جس طرح میرے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ ان عالی صفات سے متصف ہیں آپ کی امت کا ہر فرد ان صفات سے متصف ہو اور تند خوئی، سخت کلامی، کج خلقی سے بچتا رہے، اپنے متعلقین، پڑوسیوں یا ملنے جلنے والوں سے کوئی غلطی یا ایذاء کی کوئی بات صادر ہو جائے تو انتقام کے درپے نہ ہو بلکہ عفو ودرگذر، خیر خواہی اور حسن سلوک کا معاملہ کرے، تاکہ امت کے درمیان رشد وہدایت اور دعوت الی اللہ اور اصلاح خلق کے کام بخوبی انجام پاتے رہیں اور لوگوں کے درمیان انتشار وافتراق پیدا نہ ہو۔

سفرِ طائف میں نبی رحمت ﷺ کا عفو وکرم

چچا ابوطالب کے انتقال کے بعد آپ کا کوئی حامی ومددگار نہ رہا، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے رخصت ہو جانے سے کوئی تسلی دینے والا اور غمگسار نہ رہا، اس لئے آپ نے قریش مکہ کی چیرہ دستیوں سے مجبور ہو کر اخیر شوال ۱۰ نبوی میں طائف کا سفر فرمایا کہ شاید یہ لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کریں اور اس کے دین کے حامی ومددگار ہوں، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے۔ عبد یالیل، مسعود، حبیب ان تینوں بھائیوں پر جو وہاں کے سرداروں میں سے تھے اسلام پیش کیا، بجائے اس کے کہ کلمہ حق کو سنتے نہایت سختی سے آپ ﷺ کو جواب دے دیا، ایک نے کہا کیا خدا نے کعبہ کا پردہ چاک کرنے کے لئے تجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے، دوسرے نے کہا خدا کو اپنی پیغمبری کے لئے تمھارے سوا کوئی اور نہیں ملا، تیسرے نے کہا خدا کی قسم میں تم سے کلام نہ کروں گا اگر واقعۃً اللہ نے تجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تو تیرے کلام کا رد کرنا سخت خطرناک ہے (مگر اس نادان نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرنا اس سے بھی زیادہ سخت ہے) اور اگر تم اللہ کے رسول نہیں تو پھر قابل خطاب اور لائق

التفات نہیں، اس کے بعد اوباش اور بازاری لڑکوں کو اکسا دیا کہ وہ آپ پر پتھر برسائیں اور آپ کی ہنسی اڑائیں، ان ظالموں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو یہ بدنصیب آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے تھے۔

زید بن حارثہؓ جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے وہ آپ کو بچاتے اور یہ کوشش کرتے کہ جو پتھر بھی آئے وہ بجائے آپ کے مجھ پر گرے اسی میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تمام سر زخمی ہو گیا اور آپ کے پاؤں میں اس قدر زخم ہو گئے کہ ان سے خون بہنے لگا۔

طائف سے واپسی میں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا باغ پڑتا تھا وہاں ایک درخت کے سایہ میں دم لینے کے لئے آپ بیٹھ گئے اور یہ دعا مانگی :

اَللّٰهُمَّ إِلَيکَ أَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِي وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ! أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وأَنْتَ رَبِّی إِلٰى مَنْ تَكِلُنِي إِلٰى عَدُوٍّ بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِي اَمْ إِلٰى قَرِيْبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِيْ، إِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَاناً عَلَيَّ فَلاَ أُبَالِيْ غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَک أَوْسَعُ لِيْ، أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ أَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبُکَ أَوْ يَحِلَّ بِيْ سَخَطُکَ وَلَکَ الْعُتْبیٰ حَتّٰى تَرْضىٰ وَلَا حَوْلَ وَلاَقُوَّةَ إِلَّا بِکَ.

(الجامع الأحكام القرآن ١٦/٢١١، دار إحياء التراث العربي، تحت الآية: ٢٩، سورة أحقاف، مجمع الزوائد ٦/٣٥، باب خروج النبی إلى الطائف بيروت)

اے اللہ! میں تجھ سے اپنی کمزوری اور تدبیر کی کمی اور لوگوں کی بے توقیری کی شکایت کرتا ہوں، اے ارحم الرحمین تو کمزوروں کا خاص طور پر مربی و مددگار ہے تو مجھے کس کے سپرد کرے گا کسی غضبناک اور ترش رو دشمن کی طرف یا کسی دوست کی طرف کہ جس کو تو میرے امور کا مالک بنائے اگر مجھ سے ناراض نہ ہوں تو پھر مجھے کہیں کی بھی پروا نہیں مگر تیری عافیت اور سلامتی میرے لئے باعث صد سہولت ہے میں پناہ مانگتا ہوں تیری بزرگ ذات کے وسیلے سے جس سے تمام ظلمتیں منور ہوئیں اور اسی نور سے دنیا وآخرت کا کارخانہ چل رہا ہے، میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب اور ناراضی مجھ پر اترے اور اصل مقصود تجھ ہی کو سنانا اور راضی کرنا ہے بندہ میں کسی شر سے پھرنے اور خیر کے کرنے کی قدرت نہیں مگر جتنی تیری بارگاہ سے عطا ہو جائے۔

اجابت وقبولیت کے لئے تو نبوت ورسالت ہی کا وصف کافی تھا کیونکہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے لیکن اس وقت وصف نبوت کے علاوہ اضطرار ومظلومیت غربت ومسافرت کا بھی اضافہ ہوگیا، ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرماتا ہے، تو ایسی ذات ستودہ صفات کی دعا کا کیا پوچھنا کہ جو نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ مضطر ومظلوم اور مسافر بھی ہو، ایسی دعا کا زبان سے نکلنا تھا کہ اجابت کے دروازے کھل گئے وہی عتبہ وشیبہ کہ جن کا دل اب تک پتھر سے زیادہ سخت تھا آپ ﷺ کی اس بے کسی اور مظلومیت کو باغ کے اندر بیٹھے دیکھ رہے تھے، ان کے دل نرم ہوگئے اور خونِ قرابت اور رگ حمیت جوش میں آئی، اپنے غلام ''عدّاس'' کو بلا کر کہا کہ ایک طبق میں انگور رکھ کر اس شخص کے پاس لیجاؤ اور ان سے کہو اس میں سے کچھ ضرور کھائیں عدّاس نے آپ کے سامنے وہ طبق لا کر رکھا اور کھانے کی درخواست کی رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا، عدّاس نے کہا خدا کی قسم اس شہر میں تو کوئی بھی اس کلام کو کہنے والا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے عداس سے کہا کہ تم کس شہر کے باشندے ہو اور تمہارا دین ومذہب کیا ہے؟ عدّاس نے کہا میں شہر نینویٰ کا باشندہ ہوں اور مذہباً نصرانی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اسی نینویٰ کے جہاں اللہ کے نیک بندے یونس بن متّٰی رہتے تھے، عدّاس نے کہا آپ ﷺ کو یونس کا کیا علم؟ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں عدّاس نے آپ ﷺ کی پیشانی اور ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور یہ کہا ''أَشْهَدُ أَنکَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ''، جب عداس آپ ﷺ کے پاس سے واپس آیا تو عتبہ وشیبہ نے کہا تو اس شخص کے ہاتھ اور پیروں کو کیوں بوسہ دے رہا تھا یہ شخص کہیں تجھ کو تیرے دین سے نہ ہٹا دے، تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔ (عیون الاثر ۱/۱۳۴، البدایہ والنہایہ ۳/۱۳۵، سیرۃ المصطفیٰ ۱/۲۷۴ تا ۲۷۷)

اہل طائف کو معافی

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ﷺ پر ''اُحد'' سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گذرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تیری قوم سے جو تکلیفیں پہونچیں سو پہونچیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ گذرا کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل اور اسکے بھائیوں پر پیش کیا اس نے میری بات کو قبول نہیں کیا میں وہاں سے نہایت غمگین اور رنجیدہ واپس ہوا مقام ''قرن الثعالب'' میں پہونچ کر کچھ افاقہ ہوا یکا یک جو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ابر مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اس

میں ’’جبرائیل امین‘‘ موجود ہیں جبرائیل امین نے وہیں سے مجھ کو آواز دی کہ آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے اس وقت اللہ نے آپ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کے فرشتہ) کو بھیجا ہے تا کہ آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں، اتنے میں ملک الجبال نے مجھ کو آواز دی اور مجھ کو سلام کیا اور یہ کہا کہ اے محمد ﷺ! اللہ نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے میں ’’ملک الجبال‘‘ ہوں پہاڑ میرے تصرف میں ہیں آپ جو چاہیں مجھ کو حکم دیں، اگر آپ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو (جن کے مابین اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں) ملا دوں جس سے تمام لوگ پیس دیئے جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ ان کی نسل میں ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اس وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ (بخاری شریف ۱/ ۴۵۸، رقم: ۳۲۳۱، فتح الباری ۶/ ۲۲۵، سیرۃ المصطفی ۲/ ۲۷۸، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱/ ۲۵۴، البدایہ والنہایہ ۱/ ۴۶)

طائف کے اس واقعہ سے اندازہ لگایئے محسن انسانیت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کی سخت سے سخت ایذا رسانی پر کس طرح صبر وضبط رحم وکرم اور عفو ودرگذر کا برتاؤ کیا، ایسے جاں گسل لمحات میں بڑے سے بڑا حلیم الطبع رحم دل انسان بھی صبر وضبط کا دامن چھوڑ دیتا ہے مگر اس سراپا رحمت ورأفت پیکر رحم وکرم نے درد وسوز سے لبریز جو دعا مانگی تھی اس کے انداز واسلوب اور الفاظ ومعانی چیخ چیخ کر نبی رحمت ﷺ کی رحمۃ للعالمین کا اعلان کر رہے ہیں، اس محسن انسانیت کو پورا اختیار تھا کہ ’’ملک الجبال‘‘ کی درخواست پر اہل طائف کو دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس دینے کی اجازت دیدیتے، لیکن جو سراپا رحمت وہدایت اور عفو ودرگذر، رحم وکرم کا پیکر بنا کر بھیجا گیا تھا جس کا مشن یہ تھا کہ جہنم کے دہانے پر کھڑے لوگوں کو ہولناک آگ سے بچائے، جس کی تحریک یہ تھی کہ درندہ صفت لوگوں میں انسانیت کی روح پھونکے بھلا اس کی زبان سے عذاب وہلاکت تباہی وبربادی کے جملے کیسے ادا ہو سکتے تھے، اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کو جس صفتِ رحمت سے متصف فرما کر رحمۃ للعالمین کا تاج عطا فرمایا تھا وہ رؤف ورحیم رسول اس تاج رحمت کی آب وتاب کو بد دعا دے کر کیسے داغدار کر سکتا تھا یہ ممکن ہی نہیں تھا، چنانچہ آپ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ کا مطالعہ کر کے دیکھا جائے تو چاہے مشرکینِ مکہ کی ایذا رسانی ہو یا اوباش اہل طائف کی درندگی، یا غزوۂ اُحد کے زخم اور محبوب چچا حضرت حمزہؓ اور دیگر صحابہؓ کا بہیمانہ قتل، ہر موقع پر آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ رحم وکرم عفو ودرگذر کا برتاؤ کیا۔

(جاری)

آخری قسط

عفت و پاک دامنی ایک قیمتی دولت

از: محمد ضیاء الدین قاسمی بہرائچی خادم جامعہ شرقیہ اسلامیہ لونیہ ڈیہہ اعظم گڈھ

ہمارے مذہب نے عفت وعصمت کی حفاظت پر کس قدر زور دیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے ہمیں ہر اس چیز سے باز رہنے کا حکم دیا ہے جو کسی بھی طرح ہمارے دامنِ عفت کو تار تار کرنے کا سبب اور ذریعہ بن سکے، چناں چہ حق جل مجدہٗ نے اپنے محبوب پیغمبر کے ذریعے ہمیں حکم دیا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ، ذٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ. (سورة النور: ۳۰-۳۱)

آپ اہلِ ایمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اسی میں ان کی پاکیزگی ہے، بلاشبہ اللہ ان کے اعمال سے باخبر ہے، اور آپ اہلِ ایمان عورتوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اس آیت میں ہمیں اپنی نگاہوں کو نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے؛ اس لیے کہ نگاہوں کا غلط استعمال بہت سی برائیوں، گناہوں کا سبب، اور فحاشی و بے حیائی کو دعوت دیتا ہے، جس سے انسان اللہ کی رحمت سے دور اور ذلت و رسوائی کے عمیق غار میں جا گرتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

النَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَنْ تَرَكَهَا مِنْ مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ. (رواه الطبراني في الكبير ۱/ ۴۱۲، مكتبه ابنِ تيميه قاهره)

بدنظری شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو شخص اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے، میں اس کو ایک ایسی ایمانی قوت دوں گا، جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں پائے گا۔

یعنی شیطان انسان کو نگاہ کے ذریعے غلط راستے پر ڈالتا ہے، اور نگاہ کا بے محل استعمال کرواتا ہے، جس کے نتیجے میں دل کے اندر فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں، گناہوں کی خواہشات انگڑائیاں لیتی ہیں، اور پھر انسان عملی گمراہی کی تاریکیوں میں کھو کر اپنا نقصان کر بیٹھتا ہے۔

اس کے برخلاف جو شیطان کے جال میں نہ پھنس کر نگاہوں کی حفاظت کر لے اسے اللہ ایسا نورِ ایمانی عطا فرما دیتے ہیں، جو ہر طرح کی تاریکی میں اسے سیدھا اور درست راستہ دکھانے کا کام کرتا ہے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

يا شبابَ قريشٍ! لا تَزْنُوا احْفَظُوا فُروجَكُمْ ألَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهُ فَلَهُ الجنَّةُ. (أخرجه الحاكم في المستدرك ٤/٨٩٣، دارالكتب العلميه بيروت)

اے قریش کے جوانو! زنا مت کرو، سنو! جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کر لی اس کے لیے جنت یقینی ہے۔

قرآنِ کریم کی ذکر کردہ آیات، اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ کامیابی و کامرانی کی منازل طے کرنے کے لیے جس طرح دیگر عبادات اور احکام کی پابندی لازم و ضروری ہے، اسی طرح دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح سے بہرہ ور ہونے کے لیے اپنے دامن کو پاک و صاف رکھنا بھی انتہائی ناگزیر ہے۔

عفت و عصمت کے بیش قیمت زیور کی چمک دمک باقی رکھنے کو شریعت نے کس قدر اہمیت دی ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے قرآنِ کریم میں ربِ ذوالجلال کے ان ارشادات پر بھی غور کرنا چاہیے جو ان تمام عوامل و اسباب کے قریب جانے سے بھی روکتے ہیں جن سے انسان زنا اور بدکاری جیسے ناپاک جرائم کی دلدل میں پھنس سکتا ہے؛ چناں چہ ارشاد ہے:

وَلا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الأنعام ١٥١)

بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی مت جاؤ، خواہ وہ کھلی ہوئی ہوں یا چھپی ہوئی۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے بقول ''الفواحش'' کے معنی بہت وسیع ہیں، تنہا زنا کاری کے نہیں، بدکاری، بے حیائی اور فحاشی کی تمام صورتیں اس کے اندر آ گئیں، پھر ''لَا تَقْرَبُوا'' کی تعمیم یعنی اس کے قریب بھی مت جاؤ اور پھر ''مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ'' نے تعمیم کی حد ہی کر دی، بے حجابی، لباس میں بے

ستری وغیرہ کی تمام خفی صورتیں، خواہ پبلک میں ہوں یا پرائیویٹ میں، یکساں حرام قرار پائی گئیں، چہرے پر پاؤڈر، لپ اسٹک وغیرہ لگا کر، بن سنور کر، نیم برہنہ لباس پہن کر، خوشبوئیں لگا کر عورتوں کا آزادی کیساتھ بے تکلف باہر نکلنا، مردوں کے مجمع میں بے تکلف چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا، سنیما اور تھیٹر میں شہوانی نظاروں سے لطف اندوز ہونا، آرٹ گیلری میں برہنہ تصویریں دیکھنا، غرض تہذیبِ جدید کے سارے جاہلی عنصر اس آیت کی رو سے حرام ٹھہر جاتے ہیں، اخلاق کی پاکیزگی اور پاکیزہ خیالی جو فرد و جماعت دونوں کی حقیقی ترقی کا پہلا زینہ ہے، اس کی جو نظیر شریعتِ اسلامیہ نے قائم کردی ہے وہ کہیں تلاش سے بھی نہ ملے گی۔ (اسلام میں عفت وعصمت کا مقام/ص:۵۰، بحوالہ تفسیرِ ماجدی ۲/۱۲۱)

اسی طرح ”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا“. (الاسراء: ۲۳) میں بھی زنا کے اسباب ودواعی کے پاس پھٹکنے کو بھی زہرِ ہلاہل قرار دیا گیا ہے۔

آج کے اس دورِ پرفتن میں جب کہ مغربی تہذیب نے خاص طور پر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے جو طرح طرح کے اخلاق سوز، شہوت انگیز فتنے موبائل، انٹرنیٹ اور دوسری صورتوں میں ایجاد کیے ہیں ان کے رہتے ہوئے اپنی شرم وحیا کو باقی رکھنا نارِ نمرود میں کودنے سے کچھ کم نہیں؛ لیکن شریعتِ مطہرہ نے اپنے ماتحتوں کو اس سخت ماحول میں بھی بے سہارا نہیں چھوڑا، بلکہ تمام غلط راستوں سے ہٹا کر نکاح کا درست اور مناسب راستہ دکھایا جس کو اختیار کرنے والا کبھی بھی عفت وعصمت کے حوالے سے بیراہ روی کا شکار نہیں ہوسکتا۔

دوسری طرف اگر عیسائی مذہب کو دیکھا جائے تو اس میں خواہشات کی تکمیل کو تقربِ خداوندی کے حصول میں رکاوٹ قرار دیا گیا ہے، خاصانِ خدا کی فہرست میں اپنا نام درج کرانے کے لیے خواہشات کو کچلنا، لذتوں کو ترک کرنا ناگزیر بتایا گیا ہے، اور بشریت کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا ہی حقیقی معنی میں عیسائی ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”عیسائیت کو آپ دیکھیں تو یہ نظر آئے گا کہ عیسائی مذہب میں راہبوں اور تارک الدنیا لوگوں کا ایک نظام مشہور ہے، جس کو ”رہبانیت“ کہا جاتا ہے۔ عیسائی راہبوں کا کہنا یہ تھا کہ ”اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنی ہے، تو اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ دنیا کی ساری لذتوں کو چھوڑ دو، اور ان کو خیر باد کہہ دو، جب تک دنیا کی ساری لذتیں نہیں چھوڑو گے،

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوگا؛ لہٰذا اگر کھانا کھانا ہے تو بس بقدرِ ضرورت روکھا پھیکا، اور بدمزہ کھانا کھاؤ، مزے کی خاطر اور لذت کی خاطر کوئی اچھا کھانا مت کھاؤ، اور اگر کھانے میں لذت حاصل کروگے، تو پھر اللہ تعالیٰ نہیں مل سکتے۔ اسی طرح تمھیں جنسی خواہش کو بھی دبانا پڑے گا، اگر جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے نکاح کا راستہ اختیار کروگے، تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم شادی نہیں چھوڑوگے اور دنیا کے سارے کاروبار کو نہیں چھوڑوگے''۔

چناں چہ انھوں نے خانقاہیں بنائیں، ان خانقاہوں میں راہبوں کی کھیپ کی کھیپ آکر مقیم ہوئی، اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ ''ہم دنیا کو چھوڑ کر آئے ہیں''۔ آگے عیسائی راہبہ عورتوں کے متعلق فرماتے ہیں:

''آپ نے عیسائی ''نن'' کا نام سنا ہوگا، ''نن'' وہ عورتیں ہوتی تھیں، جو اپنی زندگی خانقاہ کے لیے وقف کردیتی تھیں، اور شادی سے کنارہ کشی اختیار کرلیتی تھیں، کہ ساری عمر وہ شادی نہیں کریں گی، ایک طرف راہب مرد ہیں، جنھوں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ شادی نہیں کریں گے؛ کیوں کہ اگر شادی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں گے، دوسری طرف ''نن'' خواتین ہیں جنھوں نے قسم کھائی ہے کہ شادی نہیں کریں گی؛ کیوں کہ شادی کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں گے، اور ان کا کہنا یہ تھا کہ ''جب تک نفس کو نہیں کچلیں گے اور جب تک خواہشات کو نہیں دبائیں گے، اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا نہیں کریں گے''۔

عیسائیت میں یہ نظام جاری تھا، لیکن ظاہر ہے کہ یہ نظامِ خداوندی کی صریح مخالفت، اور فطرت کے ساتھ کھلی بغاوت تھی؛ اس لیے اس سے کسی قسم کی خیر کی امید کب کی جاسکتی تھی؟ چناں چہ آگے فرماتے ہیں:

''لیکن یہ نظامِ فطرت سے بغاوت تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جنسی جذبہ رکھا ہے، اور کوئی انسان اس جذبے سے مستثنیٰ نہیں، تو پھر اللہ تعالیٰ یہ کیسے کرسکتے ہیں کہ جذبہ تو رکھ دیں اور اس کی تسکین کا کوئی حلال اور جائز راستہ نہ بتائیں؟ یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ان کی حکمت سے بعید ہے؛ چناں چہ فطرت سے بغاوت کا انجام یہ ہوا کہ وہ عیسائی خانقاہیں جن میں راہب مرد اور نن عورتیں رہتی تھیں رفتہ رفتہ فحاشی کے اڈے بن گئے؛ اس لیے کہ وہ مرد اور عورتیں انسان اور بشر تھے، ان کے دل میں جنسی خواہش کا جذبہ پیدا ہونا لازم تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام زندگی میں اتنی بدکاری نہیں تھی، جتنی بدکاری ان راہبوں کی خانقاہوں میں پیدا ہوئی، یہ سب فطرت سے بغاوت کا نتیجہ تھا۔ (اصلاحی خطبات ۱۵/۸۵-۸۶، دارالکتاب دیوبند)

سو جانیں قربان اس دین و مذہب پر جس نے ہماری خواہشات و جذبات سے کھلواڑ کرنے کے بجائے، ہمیں اس کی تسکین و تکمیل کے لیے ایک بہترین، پاکیزہ اور شان دار نظام عطا کیا، اور دنیا کی رسوائی، نیز آخرت میں خدا کے قہر سے حفاظت کی راہ ہموار کی۔

آج اسلام پر کیچڑ اچھالنے والے، خود کو ترقی یافتہ گردانے والے مغربیت زدہ لوگوں نے بے شرمی و بے حیائی کو تہذیب کا لبادہ اوڑھا رکھا ہے، تعلیم و ترقی کے نام پر عورت کو بے پردہ کیا گیا، اسے خاتونِ خانہ کے بجائے بازار کی زینت بنا دیا گیا، اور زور شور سے یہ پروپیگنڈہ چلایا گیا کہ عورتوں کو گھر کی چہار دیواری میں قید رکھنا انتہائی درجے کی دقیانوسیت اور رجعت پسندی ہے، جب کہ ہر ذی عقل و شعور اور انصاف کی نگاہ رکھنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس میں عفت و عصمت کی پامالی کے ساتھ ساتھ کس قدر نقصانات مضمر ہیں؟

نسل کا ضیاع، ولد الزنا کا فروغ اور بنتِ حوا کی بے وقعتی انھیں جرائم کا حصہ ہیں جو اس بدتہذیبی کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں، اور آج دنیا کھلے عام اس کا نظارہ کر رہی ہے، اہلِ مغرب اس حد پر پہنچ گئے ہیں جس کا کوئی شریف انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، ماں اور بیٹے کا فرق مٹ چکا ہے، بہن اور بھائی کے درمیان امتیاز ختم ہو چکا ہے، اور حالت یہ ہو گئی ہے کہ انسان تو انسان جانور بھی ان کی حرکتوں سے شرما جائیں، العیاذ باللہ۔

بلا شبہ یہ اللہ کا عذاب ہے، جس میں نظامِ فطرت سے بغاوت، اور رب العزت کی قائم کردہ حدود کی بے حرمتی کے سبب وہ گرفتار ہیں۔

ستم بالائے ستم آج مسلمان بھی غیروں کی طرح اپنی عقل و خرد کھو چکا ہے اور مغربی دنیا کی پروردہ ان تمام تباہ کاریوں کو بسر و چشم قبول کرنا اپنے لیے باعثِ فخر گردان رہا ہے، حال آں کہ اس کے لیے جو بھی چیزیں مفید و نفع بخش تھیں ان تمام کی طرف آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی اس کے ہادی و رہبر حضرت محمد ﷺ نے رہ نمائی کر دی تھی، جو سراپا خیر و برکت اور کامیابی و کامرانی کا منبع و سرچشمہ ہیں۔

کاش! مسلمان ان کی قدر و قیمت کو سمجھ کر انھیں اپنانے کی جہدِ مسلسل کر لے، تو یقیناً دنیا و آخرت کی بھلائیاں اس کا مقدر بن جائیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت امت کے حال پر رحم فرمائے، ہر قسم کی بے راہ روی سے امت کی حفاظت فرمائے، اور ہمیں اپنا سچا مطیع و فرماں بردار بنائے۔ آمین

❍❖❍

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصورپوری

’’اِقالہ‘‘ سے متعلق مسائل

زمین کی بیع میں اِقالہ کرنا

زمین پر قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد جب بھی اِقالہ کیا جائے گا، تو یہ عاقدین کے علاوہ شخص کے لئے مطلقاً بیع کے درجہ میں ہوگا۔

وإنما هي بيع في حق ثالث أي لو بعد القبض فلو قبله فهي فسخ في حق الكل في غير العقار. قوله: في غير العقار أي في المنقول؛ لأنه لا يجوز بيعه قبل قبضه، أما في العقار فهي بيع مطلقا لجواز بيعه قبل قبضه الخ. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٤١/٧ زكريا)

قوله في غير العقار: إنما لم تجعل بيعًا في غير العقار قبل قبضه؛ لأن بيعه كذلك لا يجوز. وأما العقار فيجوز بيعه، فلا مانع من جعلها بيعًا فيه. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٣٨/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

اِقالہ کے بعد شفیع کا حق شفعہ کا مطالبہ کرنا

چوں کہ اِقالہ عاقدین کے علاوہ لوگوں کے لئے بیع جدید کے درجہ میں ہوتا ہے؛ لہٰذا جب مشتری زمین کا اِقالہ کرے گا تو شفیع کو حسب ضابطہ حق شفعہ حاصل ہوگا (اگرچہ وہ اس سے پہلے اپنا حق شفعہ چھوڑ چکا ہو)

وثمرته أي ثمرة كونها بيعًا في حق ثالث في مواضع، فالأول لو كان المبيع عقارًا فسلم الشفيع الشفعة ثم تقايلا قضى له بها لكونها بيعًا جديدًا فكان الشفيع ثالثهما (الدر المختار) قوله فسلم الشفيع الشفعة، قيد به لتظهر فائدة كونها بيعًا وإلا لو لم يسلم بأن أقال قبل أن يعلم الشفيع بالبيع فله الأخذ بالشفعة أيضًا إن شاء بالبيع الأول وإن شاء بالبيع الحاصل بالاقالة. قوله قضى له بها أي إذا طلبها عند علمه بالمقايلة. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب الاقالة ٣٤٢/٧ زكريا)

اِقالہ کے بعد عیب دار سامان بائع اول کو واپس کرنا

اگر کسی شخص مثلاً زید نے کوئی سامان خرید کر کسی دوسرے شخص مثلاً عمر کے ہاتھ فروخت کردیا، پھر مشتری عمر نے اِقالہ کرلیا، اُس کے بعد زید اُس سامان میں عیب پر مطلع ہو، تو بائع اول کو وہ سامان واپس نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ اِس معاملہ میں بائع اول کے لئے اِقالہ فسخ نہیں؛ بلکہ بیع جدید ہے؛ گویا کہ زید نے وہ سامان عمر سے خریدا ہے؛ لہٰذا وہ بائع اول کو واپس نہیں کرے گا۔

يعني إذا باع المشتري المبيع من آخر ثم تقايلاه ثم اطلع على عيب كان في يد البائع، وأراد أن يرده على البائع ليس له ذلك؛ لأنه بيع في حقه كأنه اشتراه من المشتري منه، ولو رده على المشتري لرده عليه أيضًا ولو جعلت فسخًا كان للثاني الرد على الأول. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٣٩/٧ دار الكتب العلمية بيروت، رد المحتار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٤٢/٧ زكريا)

ہبہ کی ہوئی چیز اِقالہ کے بعد واہب کو واپس کرنا

اگر کوئی شخص ہبہ کی ہوئی چیز کسی دوسرے کو بیچ دے، پھر اُس کا اِقالہ ہوجائے تو اَب واہب کو وہ چیز موہوب لہ سے واپس لینے کا حق نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ سمجھا جائے گا کہ موہوب لہ نے وہ چیز اِقالہ کرنے والے مشتری سے خریدی ہے، واہب سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

والثالث ليس للواهب الرجوع إذا باع الموهوب له الموهوب من آخر ثم تقايلا؛ لأنه كالمشتري من المشتري منه. (الدر المختار) قوله: لأنه أي الموهوب له لما تقايل مع المشتري منه صار كالمشتري من المشتري منه، فكأنه عاد إليه الموهوب بملك جديد وذلك مانع من رجوع الواهب في هبته، فالثالث هنا هو الواهب. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٤٢/٧ زكريا)

اِقالہ کے بعد بائع اول کا بیچی ہوئی چیز کم قیمت پر خریدنا؟

اگر کسی شخص نے کوئی سامان خرید کر بیچ دیا، پھر اُس میں اِقالہ ہوگیا، تو بائع اول اُس شخص سے پہلی

قیمت سے کم میں وہ سامان خرید سکتا ہے (اِس لئے اِقالہ کی وجہ سے یہ سمجھا جائے گا کہ بائع ثانی نے مشتری سے یہ سامان خریدا ہے، بائع اول کا اِس سے کوئی تعلق نہیں ہے)

والرابع: المشتري إذا باع المبيع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراؤه منه بالأقل (الدر المختار) قوله: والرابع المشتري الخ، صورته: اشترى شيئًا فقبضه قبل نقد الثمن، فباعه من آخر ثم تقايلا وعاد إلى المشتري ثم إن البائع اشتراه من المشتري بأقل من الثمن قبل النقد جاز ويجعل في حق البائع كأنه ملكه بسبب جديد. فتح. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٤٢/٧ زكريا)

قوله: إذا بايع المبيع من آخر قبل نقد الثمن أي: ثم تقايلا البيع، وصورته كما في المنح: اشترى شيئًا فقبضه ولم ينقد الثمن حتى باعه من آخر ثم تقايلا وعاد إلى المشتري فاشتراه بائعه منه قبل نقل ثمنه بأقل من الثمن جاز، وكان في حق البائع كالمملوك بشراء جديد من المشتري الثاني، انتهى. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٣٩/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

اِقالہ صحیح ہونے کے لئے کل یا بعض مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے

اِقالہ صحیح ہونے کے لئے مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر پوری مبیع ضائع ہوگئی تو پوری ہی مبیع میں اِقالہ باطل ہوجائے گا؛ البتہ اگر مبیع کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا ہو اور کچھ باقی ہو تو مابقیہ مبیع میں عاقدین کی رضامندی سے اِقالہ شرعاً جائز ہے۔

والإقالة يمنع صحتها هلاك المبيع ...... وهلاك بعضه يمنع الإقالة بقدره اعتبارًا للجزء بالكل. (الدر المختار) قوله: ويمنع صحتها هلاك المبيع، لما مر أن من شرطها بقاء المبيع؛ لأنها رفع العقد والمبيع محله (بحر). وكذا هلاكه بعد الإقالة وقبل التسليم يبطلها كما يأتي، وقدمنا عن الخلاصة أن ما يمنع الرد بالعيب يمنعها. قوله: وهلاك بعضه أي بعض المبيع. قوله: اعتبارًا للجزء بالكل يعني هلاك الكل كما منع في الكل، فهلاك البعض يمنع في البعض، وفيه إشارة إلى أنه لو قايله في بعض المبيع، وقبله صح، وبه صرح في الحاوي. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٣٤٣/٧ زكريا)

اِقالہ کے بعد بائع کو سپرد کرنے سے پہلے مبیع ضائع ہوگئی

اِقالہ صحیح ہونے کے لئے بائع کے قبضے میں آنے تک مبیع کا موجود ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا اگر اِقالہ کے بعد بائع کے قبضے میں آنے سے پہلے مبیع ضائع ہوگئی تو اِقالہ باطل ہوجائے گا اور سابقہ بیع برقرار رہے گی۔

ولو كان الهلاك بعد البيع بطلت وعاد البيع، كذا في البحر. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ۷/ ۳٤۰-۳٤۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وكذا هلاكه بعد الإقالة وقبل التسليم يبطلها. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ۷/ ۳٤۳ زكريا)

اِقالہ کے بعد بائع کے قبضہ سے پہلے مبیع (جانور) بھاگ گیا

اگر کسی شخص نے جانوروں کی بیع میں اِقالہ کیا اور بائع کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہی جانور مشتری کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ نکلا ہو، تو جب تک مشتری اُس جانور کو بائع کے قبضہ میں لاکر نہیں دے گا، شرعاً یہ اِقالہ درست نہیں ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ حکماً مبیع مشتری کے ہاتھ ضائع ہوگئی۔

والإقالة يمنع صحتها هلاك المبيع ولو حكمًا كإباق. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع / باب الإقالة ۷/ ۳٤۳ زكريا)

بیع مقایضہ میں مبیع یا ثمن ضائع ہوجائے تو اقالہ کا کیا حکم ہے

اگر کسی شخص نے کوئی سامان دوسرے سامان کے بدلے میں بیچا، مثلاً گیہوں کو چاول کے بدلے بیچا پھر بیچے ہوئے گیہوں خریدار کے ہاتھ سے ضائع ہوگئے، تو اِس صورت میں خریدار اگر بطور اِقالہ اپنے چاول واپس لینا چاہے تو اُسے اُن گیہوں کی قیمت دینی پڑے گی جو اُس کے ہاتھ سے ضائع ہوئے ہیں؛ اِس لئے کہ بیع مقایضہ میں مبیع اور ثمن دونوں عرض اور سامان کے قبیل سے ہی ہوتے ہیں؛ پس ایک کے ضائع ہونے پر دوسرے کو مبیع مان لیا جائے گا اور اِقالہ کرنے والے پر اُسی کی قیمت واجب ہوگی۔

وإذا هلك أحد البدلين في المقايضة صحت الإقالة في الباقي منهما وعلى المشتري قيمة الهالك إن قيميًا (الدر المختار) قوله: في المقايضة بالياء المثناة التحتية: وهي بيع عين بعين كأن تبايعا عبدًا بجارية فهلك العبد في يد بائع الجارية

ثم أقالا البيع في الجارية وجب رد قيمة العبد، ولا تبطل بهلاك أحدهما بعد وجودهما؛ لأن كل واحد منهما مبيع، فكان المبيع قائمًا وتمامه في العناية. (رد المحتار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٧/٣٤٤ زكريا)

مکیلات وموزونات میں اِقالہ کی وجہ سے دوبارہ تول ضروری نہیں

اگر مبیع کیلی اور وزنی ہو تو اُس میں اِقالہ کیا جائے، تو واپسی کے وقت دوبارہ کیل ووزن کی ضرورت نہ ہوگی؛ اِس لئے کہ اِقالہ عاقدین کے درمیان فسخ سمجھا جاتا ہے (الگ سے مستقل بیع نہیں ہے)

والخامس: جاز قبض المكيل والموزون منه بعدها بلا إعادة كيله ووزنه.

قوله: جاز قبض المكيل والموزون، المراد جواز التصرف به ببيع أو أكل بلا إعادة كيله أو وزنه، ولو كانت الإقالة بيعًا لم يجز ذلك كما سيأتي في بابه، وقوله منه: أي من المشتري متعلق بقبض. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع / باب الإقالة ٧/٣٤١ زكريا)

○❖○

میں گنبد خضرا کی صدا لے کے چلا ہوں

جناب محمد اسحاق بسملؔ شاہجہاں پوری

میں عشق کی شائستہ ادا لے کے چکا ہوں ☆ یادِ شہِ ''لَوْلَاکَ لَمَا'' لے کے چلا ہوں

اسلام کا پیغامِ بقا لے کے چلا ہوں ☆ میں گنبدِ خضرا کی صدا لے کے چلا ہوں

دل صبر سے روشن تو زباں شکر کی خُوگر ☆ کیا منصبِ تسلیم و رِضا لے کے چلا ہوں

اب کوئی چلے یا نہ چلے اُس کا مُقدّر ☆ پیغامِ نبوت بہ خدا لے کے چلا ہوں

ہے جس سے منور بہ خدا ساری خدائی ☆ اُس نیّرِ فاراں کی ضیا لے کے چلا ہوں

کیوں کر نہ قدم لیں مرے جنت کے نگہباں ☆ میں الفتِ محبوبِ خدا لے کے چلا ہوں

اب روضۂ اقدس کی زیارت ہے یقینی ☆ میں حضرتِ اسعد کی دعا لے کے چلا ہوں

اب فیصلہ کیا حشر میں ہو، دیکھنا یہ ہے ☆ میں اُن کا کرم، اپنی خطا لے کے چلا ہوں

بسملؔ ہوں میں کردارِ رسولِ عربی کا

ہر زخم میں اک خاص مزہ لے کے چلا ہوں

جامعہ کے شب وروز

مہتمم جامعہ کے اسفار: مورخہ: ۲۲/اگست ۲۰۲۴ء کو آزہر ہند دارالعلوم دیوبند میں ''فتنۂ شکیلیت ومرزائیت'' پر ایک نمائندہ اجلاس ''مسجد جامع رشید'' میں منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا۔ ۲۳-۲۴/اگست ۲۰۲۴ء کو جناب قاری محمد یونس صاحب مظفر نگری کی دعوت پر ممبئی تشریف لے گئے اور وہاں پر دو یوم ملاڈ مالونی پٹھان واڑی اور کرلا کی جامع مسجد میں اصلاحی خطاب فرمایا، نیز ممبرا میں ''تحفظ اوقاف'' کے عنوان سے ایک تاریخ ساز جلسہ منعقد ہوا، جس میں شہر کے معززین وسماجی حضرات نے شرکت فرمائی۔ ۲۹-۳۰/اگست اور یکم ستمبر ۲۰۲۴ء کو جناب عبدالمتین صاحب اور حاجی محمد شمیم صاحب کی دعوت پر کلکتہ تشریف لے گئے اور وہاں مدارس ومساجد کے عمومی وخصوصی پروگراموں میں خطاب فرمایا۔ ۸/ستمبر ۲۰۲۴ء کو جناب حاجی محمد نسیم صاحب صدیقی واہل کمیٹی کی دعوت پر محلّہ کسرول تشریف لے گئے اور سیرت کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ ۱۲/ستمبر کو میاں سرائے سنبھل تشریف لے گئے اور سیرت کے عنوان پر جامع خطاب فرمایا۔ ۲۳/ستمبر کو کیرانہ تشریف لے گئے، وہاں مولانا محمد شہزاد صاحب کے مدرسہ میں بیان ہوا، ۱۷/ستمبر کو جمعیۃ علماء ضلع امبیڈکر نگر کے ذمہ داران کی دعوت پر بھولے پور ضلع امبیڈکر نگر تشریف لے گئے اور وہاں اپنی نگرانی میں جمعیۃ علماء ضلع امبیڈکر نگر کا انتخاب کرایا۔

واردین وصادرین: حضرت مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند، حضرت مفتی سید محمد عفان صاحب منصور پوری صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ، حافظ سعید اختر صاحب کارگزار مہتمم مدرسہ نورالعلوم بہرائچ مع رفقاء، حاجی عالمگیر صاحب کلکتہ مع رفقاء، قاری محمد صادق خان صاحب مہتمم مدرسہ سراج العلوم چیتا کیمپ ممبئی، جناب سید ذیشان قادری مع رفقاء، حاجی وکیل احمد صاحب سیوہارہ رکن مجلس عاملہ وشوریٰ جامعہ، مولانا مسرور صاحب ڈھاکہ مع رفقاء جامعہ میں رونق افروز ہوئے۔

وفیات: ماہِ رواں میں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی ایصال ثواب کی اپیل ہے: جناب حافظ محمد عباس صاحب استاذ مدرسہ معراج العلوم لال پور کلاں رامپور، عبداللہ ابن مولانا محمد طاہر صاحب مظاہری کوٹھلا جہانگیر آباد سیتاپور، محمد یونس صاحب چچا حضرت مولانا الحاج نفیس الحق صاحب مظاہری جہانگیر آباد، عبدالرزاق صاحب چچازاد بھائی عبدالجبار صاحب موضع رہوا ضلع پورنیہ بہار، عبدالحلیم ابن خلیل اللہ فتح پور سیتاپور بھتیجا مولانا کلیم اللہ صاحب معتمد دارالافتاء مدرسہ شاہی مرادآباد، خورشید احمد انصاری بڑے بھائی جناب اعجاز انصاری صاحب غازی پور، محمد شعبان برادر محمد اقبال موضع رہوا ضلع پورنیہ بہار، والدہ ماجدہ الحاج محمد ناظم صاحب کرلا کاپڑیا بازار ممبئی، الحاج سرفراز علی صاحب اندوری مقیم حال امریکہ خالو جان محمد عامر خان ایڈوکیٹ گھیر سعید خان مرادآباد، والدہ ماجدہ مولانا محمد عزیر صاحب نگراں مکاتب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، ماسٹر جلیل احمد صاحب موضع کھنڈیا ضلع رام پور، مسماۃ ہمشیرن زوجہ فقیر محمد صاحب موضع پسیا پورہ ضلع رامپور، حاجی محمد انیس دھانے پور گونڈہ۔

Postal - Regd. No. U.P./MRD. DN37/2024-26 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88

Monthly Date of issue: 02/03/04/05/10/2024

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. Rs/=50

الحمدُ للہ

ندائے شاھی کے مقبول و معروف، اور قابل فخر

نعت النبی ﷺ نمبر

کا نیا اَیڈیشن شائع ہوگیا ہے

- سیرت طیبہ، شمائل رسول ﷺ، دلائل نبوت ﷺ، اخلاق نبوت ﷺ درود شریف کی فضیلت، نعت کے آداب اور مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ پر ۲۴ قیمتی مضامین
- حمد خداوندی پر مشتمل ۳۷ نظمیں
- ۲۴ منتخب عربی نعتیں
- ۱۷ فارسی نعتیں
- ۴۰۲ اُردو نعتیں
- ۵۸ منقبتی نظمیں
- یعنی کل ۵۳۸ نظموں کا حسین گل دستہ
- اور ۲۴۴ شعراء و مضمون نگار حضرات کی کاوشوں کا خوبصورت مرقع
- عشق نبوی کے شراروں کا ذخیرہ
- بہترین ترتیب

❑ شاندار اور دیدہ زیب ٹائیٹل ❑ مضبوط جلد ❑ بہترین طباعت ❑ معیاری کتابت

صفحات : 656 قیمت: /-250 روپئے، ڈاک خرچ: 100 روپئے

رابطہ : ماہنامہ ندائے شاہی، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

MONTHLY- NIDA-E-SHAHI JAMIA QASMIA MADRASA SHAHI MORADABAD U.P. INDIA

MOB:.09410865194

ھندوستان کا مقبول دینی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاھی مرادآباد

صحیح فکر • صحیح رہنمائی • مثبت نظریہ

• خود مطالعہ کریں • دوستوں کو تحفہ میں پیش کریں • ایک دینی تحریک کے حصہ دار بنیں

الحمدللہ! ندائے شاھی اب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے

www.jamia qasmia-darul uloom-shahi.com

طابع وناشر (مولانا) عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "ندائے شاہی" جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے شائع کیا

Naimuddin 7599249582